قال اللہ تعالیٰ

22 / 29-2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن
ویحفظن فروجھن

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المرأۃ اذا صلت
خمسھا وصامت شھرھا واحصنت فرجھا
واطاعت بعلھا فلتدخل من ای ابواب الجنۃ
شاءت

محمود
۱۳ر رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ
یوم الجمعۃ

۱۱ر ذوالحجہ ۹۶ھ
۳ر دسمبر ۷۶ء

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قیامت کی علامتیں

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَثْبُتَ الْجَھْلُ وَیُشْرَبَ الْخَمْرُ وَیَظْھَرَ الزِّنَاءُ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے۔ جہل غالب آ جائے۔ شراب پی جائے، زنا اعلانیہ ہونے لگے۔

ایمان کی بنیاد جن عقیدوں پر قائم کی گئی ہے ان میں سے ایک قیامت کا ماننا بھی ہے۔ یعنی یہ کہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ زندگی کے تمام اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ اور ہر ایک کو اپنے اعمال و عقائد کے مطابق جنّت یا دوزخ میں جزا یا سزا ملے گی دنیا میں جس قدر نبی آئے سب اس عقیدہ کی صداقت کا پرچار کرتے رہے اور تلقین کرتے رہے کہ اس زندگی کے لیے سامان کرنا چاہیئے۔

انسان کو اس دنیا میں اپنے اعمال کا مختار بنا کر بھیجا گیا ہے۔ وہ اپنے کاموں کا پورا ذمہ دار ہے۔ اسے نیک و بد میں تمیز کرنے کے لیے عقل عطا کی گئی ہے۔ دنیا آزمائش کا گھر ہے، یہاں سے آخرت کے لیے کمائی کرنی چاہیے۔ قیامت کی آمد کا وقت یقینی طور پر کسی کو معلوم نہیں۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت اور قربِ قیامت کی چند نشانیاں بتائی ہیں۔ جو عام طور پر ظاہر ہوں گی۔

آپؐ نے فرمایا۔ قیامت کے قریب دنیا سے علم اُٹھ جائے گا اور لوگوں پر جہالت غالب آ جائے گی۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم قرآن پڑھتے ہوں گے اور ایک دوسرے کو علم سکھاتے ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب ایک عالم اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا تو اس کی جگہ لینے والا دوسرا آدمی پیدا نہ ہوگا۔ اسی طرح آہستہ آہستہ اہل علم ختم ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ ہی علم کا خاتمہ ہو جائے گا۔

پھر جب پختہ علم والے باقی نہ رہیں گے تو جاہل ان کی جگہ لے لیں گے۔ وہ اپنی جہالت کی بناء پر اپنے آپ کو عالم اور مفتی سمجھیں گے۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے، دین کے بارے میں پوچھیں گے تو نہ جاننے کے باوجود وہ اس کا جواب دیں گے۔ اس طرح فتویٰ دینے والا بھی گمراہ ہوگا اور جس نے اس کے فتوے کو تسلیم کر لیا وہ بھی گمراہی کے گڑھے میں گرے گا۔

قربِ قیامت کی دوسری نشانی یہ ہے کہ لوگ عام طور پر شراب پئیں گے اور اس پر کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔ اسلام کے نزدیک یہ ام الخبائث یعنی بدیوں کی جڑ ہے۔

تیسری نشانی یہ ہے کہ لوگ اپنی ذمہ داری کو کماحقہٗ پورا نہیں کریں گے۔ اور ان کی یہ کوتاہی اس درجہ پہنچ جائے گی کہ وہ اپنی اولاد، بیوی اور دوسرے رشتہ داروں کے بوجھ سے دُور بھاگیں گے جس کے نتیجہ میں عزت و وقار، عصمت و پاکدامنی ختم ہو جائے گی۔ زنا عام ہوگا اور بدکاری کے اڈے قائم ہو جائیں گے

عید کی تعطیلات

کے پیشِ نظر آئندہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ البتہ اس پرچہ میں کچھ صفحات زائد لگا دئے گئے ہیں لیکن قیمت وہی پچیس پیسے ہوگی۔ (ادارہ)

اسوۂ ابراہیمیؑ

اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

سینکڑوں نہیں ہزاروں سال پیچھے جائیے۔ نمرود کا دورِ اقتدار ہے سچے خدا کو چھوڑ کر لاتعداد جھوٹوں کی پرستش ہو رہی ہے، نمرود کی بھی پوجا ہوتی ہے۔ نمرودی رعایا کا ایک اہم فرد "آذر" ہے جو نہ صرف بتوں کا پجاری بلکہ بت گر بھی ہے۔ اس کے گھر میں ایک ہونہار بیٹا پیدا ہوتا ہے جس کو آج دنیا "ابراہیمؑ" کے نام سے یاد کرتی ہے۔

خدا کا آخری مقدس کلام اس "فرزند سعید" کے متعلق کہتا ہے کہ

"ابراہیمؑ کے رب نے اسے متعدد امتحانات میں آزمایا اور وہ ہر امتحان میں کامیاب ثابت ہوا۔ تب اس کے خدا نے اس کے سر پہ امامت و قیادت کا تاج رکھا۔ اور اس کے اس سوال کے جواب میں کہ آیا یہ نعمت میری اولاد میں بھی باقی رہے گی؟ اس کے رب نے فرمایا۔ کہ ظالم میرے عہد سے محروم رہیں گے (گویا کہ رب العزت نے وراثت عہدئہ دلی کی مطلقاً نفی نہیں فرمائی البتہ باپ کے بعد ہر حال میں بیٹے کے تعہد کو باطل و لغو قرار دیا)

ان امتحانات میں کامیابی کے بعد جہاں خدا نے اسے اس نعمت سے نوازا کہ اس کے سر پہ تاج قیادت رکھا۔ وہاں یہ سعادت بھی اس کے مقدر میں آئی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ واحد نبی ہیں جن کی زندگی کو خدا نے آنے والی نسلوں کے لیے نمونہ و اسوۂ حسنہ قرار دیا۔——
(سورۃ الممتحنۃ)

یہی ابراہیم ہیں جن کو خدا نے اپنا "خلیل" قرار دیا۔ اسی خلیل کے ہاتھوں تعمیر شدہ مکان کو امتِ محمدیہ کا قبلہ و مرکز بتلایا۔ اسی کے طواف و زیارت کو امتِ مسلمہ کے متمول و صاحب ثروت لوگوں پہ لازم قرار دیا۔ اسی کی دعاؤں کے ثمر کے طور پہ احسن تقویم کے سانچہ ڈھال کر "یتیم مکہ"

صاحب خلقِ عظیم علیہ التحیۃ والثنا کو مبعوث فرمایا۔ اور اسی کی خواہش "امتِ مسلمہ" کے وجود کی صورت میں پوری ہوئی۔

جی ہاں، یہی خلیل تھے جن کی ایک "رسمِ ایثار و وفا" آج تک زندہ و تابندہ ہے اور جب تک اس دھرتی پر توحید و رسالت محمدی کے زمزمے گائے جاتے رہیں گے تب تک یہ "رسم" بھی اسی شکل میں موجود ہو گی۔

"قربانی" کا عمل تو ہر پیغمبر کی شریعت میں تھا جیسا کہ خدا کا آخری کلام کہتا ہے۔ لیکن ابراہیمی عمل خدا کو ایسا پسند آیا کہ رہتی دنیا تک یہی عمل لازم و ضروری قرار پایا اور قربانی و ایثار کی کوئی دوسری شکل بھی پسندیدہ و قبول نہ ہو سکی۔ اسی رسمِ وفا کو خدا کے آخری نبی نے "تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت" بتلایا۔ اور اس کے ایک ایک بال کے بدلے اجر و ثواب کی خوشخبری سنائی۔

دیکھنا یہ ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی کیا ادائیں تھیں۔ جن کو خدا نے اتنا پسند کیا کہ نہ صرف یہ کہ اس کے سر پر "تاجِ امامت" رکھا بلکہ اس کے "اسوۂ زندگی" کو قرآن کے اوراق میں محفوظ کر کے محمدؐ مدنی علیہ السلام کے نام لیواؤں کو اس کے مطابق دعوتِ عمل دی۔

آیئے! سرسری طور پر اس عظیم انسان کی زندگی کا جائزہ لیں جو قرآن کے الفاظ میں اپنی ذات میں انجمن اور ایک امت کا قائمقام ہے۔ کہ وہ ہونہار بچہ جو ازل سے رشد و ہدایت لے کر آیا تھا اور جس کی پیشانی پر صداقت و خلت کا جوہر شکنا تھا۔ اس نے گھر کے ماحول کو شرک آلود پایا تو باپ کا احترام قائم رکھتے ہوئے اسے فہمائش کی لیکن باپ جس کے دل و دماغ کے دریچے بند ہو چکے تھے اس نے پیغام صداقت سن کر غایت درجہ قساوتِ قلبی کا مظاہرہ کیا اور کسی رعایت کے بغیر کہہ دیا کہ "تم باز نہ آئے تو تمہیں سنگسار کر دوں گا۔" وہ سعادت مند بچہ الجھتا نہیں بس خاموشی سے کہہ دیا کہ "اچھا یہی ہے تو ہم چلتے ہیں، اس ماحول میں مجھے رہنا گوارا نہیں، یہ کہا اور چل دیئے اور اس طرح انہوں نے پہلی قربانی یہ دی کہ گھر کو چھوڑا، والدین کو چھوڑا اور راہ حق میں "مہاجرت" اختیار کی۔

اللہ کا یہ مخلص بندہ موقعہ آنے پر شاہی دربار میں پہنچ جاتا ہے۔ دنیوی جبروت و سطوت کے تمام فانی انتظامات موجود ہیں لیکن وہ شاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر "سچے خدا" کی بات کرتا ہے، اور نمرود کو للکارتا ہے، پھر وہ قوم کے مدمقابل آتا ہے، ان کی کواکب پرستی پر انہیں بڑے حسین انداز سے ٹوکتا ہے ایسا حسین انداز جسے چودھویں صدی کے پاکستانی مفکر و مجدد (؟) سمجھ نہ پائے اور ابراہیمؑ پر ایک ایسا طعن کر ڈالا جس سے ابراہیمؑ کے دامن پر تو داغ نہیں آیا البتہ ان کے دل کا چھپا ہوا "چور" سامنے آ گیا۔

یہی موحد اعظم ہے جو موقعہ ملنے پر "جھوٹے خداؤں" کی شکلیں بگاڑ کر رکھ دیتا ہے اور پھر اس "جرم" کی سزا اسے وہ ملتی ہے کہ اسے آگ میں پھینکا جاتا ہے لیکن اس کا خدا اس کی امداد کر کے اس کے حوصلہ و استقامت کے صدقے اسے یہاں بھی کامیاب قرار دیتا ہے۔ زندگی کی ان دشوار گذار راہوں پر چلنے والے کو بڑھاپے میں اولاد ملتی ہے تو اجازت نہیں کہ اسے اپنے پاس رکھ کر دل بہلاؤ۔ بلکہ حکم ہوتا ہے کہ وہاں چھوڑو جہاں دانہ ہے نہ پانی لیکن وہ دوستِ حقیقی کا اشارہ پاتے ہی یہ کر گذرتا ہے۔ البتہ اس نے اس موقعہ پر عجب الحاح سے اپنے رب کو پکارا، اس کے صدقہ نہ صرف یہ کہ "وادی غیر ذی ذرع" دنیا کا قبلہ قرار پائی بلکہ وہاں ظاہری اسباب نہ ہونے کے باوجود اشیاء خورد و نوش کی وہ فراوانی ہوئی کہ دنیا دنگ رہ گئی اور اس "معصوم" کے پاؤں کی ذرا سی رگڑ کے صدقہ وہ چشمہ ابل پڑا جس سے دنیا آج سیراب ہو رہی ہے، اس کی صالحہ، عابدہ اور قانتہ بیوی کی ادائیں رب کو بھائیں تو "صفا و مروہ" شعائر اللہ کا حصہ بن گئیں۔ اور دنیا کے سب سے پہلے گھر کی زیارت کو آنے والوں پر ان پہاڑیوں کی زیارت و دوڑ لازم قرار پائی۔

خدا نے معمار کا کام لینا چاہا تو فی الفور سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور حرم بنا کر جو قبولیت کی دعا کی تو

رب کائنات پکار اٹھے کہ تم دیکھو گے دنیا چاردانگِ عالم سے اس کی زیارت کو آئے گی۔

اور ہاں ایک ایسا موڑ آیا جو واقعی بڑا عظیم و خطرناک ہے کوئی باپ اس کا تصور نہیں کر سکتا۔ کہ چھری ہاتھ میں لے کر بیٹے پہ چڑھ دوڑے لیکن واہ رے ابراہیمؑ کا جذبہ تسلیم و انقیاد کہ اس نے ایسا بھی کر دیا، ہزاروں ہزار سلام ہوں ابراہیمؑ کے جذبۂ تسلیم پہ، بے پایاں رحمتیں ہوں ہاجرہ کے جذبۂ انقیاد پہ اور کروڑوں سلام ہوں اسمٰعیلؑ کے جذبۂ صبر و فداکاری پہ

باپ کے ہاتھ میں چھری ہے تو بیٹے کی گردن حاضر ہے۔ ایسے میں اللہ میاں فرماتے ہیں۔

"بہت خوب، تم نے خواب سچا کر دکھایا۔ لو دنبہ حاضر ہے۔ اور یہ ادا قیامت تک قائم و جاری رہے گی۔"

یہی ادا آج تک زندگانی کا لازمہ ہے اور ہر ذی روح جسے خدا نے قبول سے نوازا ہے وہ آنکھوں میں آنسو اور دل میں جذبات محبت کی دنیا بسا کر "جانور" اللہ کے حضور پیش کرتا ہے تو خیالات کا تلاطم اسے چھ ہزار سال پیچھے لے جاتا ہے۔ جب خلیلؑ اپنے رب کا اشارہ پا کر بیٹے کی "قربانی" پہ طیار ہو گیا تھا ایسے میں بوقت حکم بیٹے کی قربانی کا عزم نہ ہو تو تف ہے ایسی قربانی پہ اور حیف ہے ایسی زندگی پر۔

یہی ابراہیمی ادائیں اسے زندۂ جاوید بنا گئیں، انہی کے پیش نظر وہ اتنا مقبول ہوا کہ سچے چھوڑ کر جھوٹوں نے اپنی نسبت اس سے قائم کرنا چاہی۔

لیکن اس کے خدا نے فرمایا کہ وہ سچا تھا اور صرف میرا تھا۔ کسی جھوٹے کو اس سے نسبت کا حق نہیں اس سے اگر نسبت ہے تو صرف محمد کریم (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی ذات کو جو اس کی دعاؤں کا مظہر ہے اور یا اس سے نسبت ہے تو محمد مدنی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کو جس کے لیے ابراہیمؑ نے بناءِ کعبہ کے وقت دعا کی تھی۔

ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی کا خلاصہ ایک لفظ "اسلام" میں ہے۔ کامل اطاعت و بندگی، تسلیم و رضا اور انقیاد و فداکاری عبارت ہے اس کی زندگی سے!

انہی مقاصد کی خاطر اس نے "امتِ مسلمہ" کی دعا مانگی جو قبول ہو کر امتِ محمدی کے وجود کا باعث بنی۔

لیکن حیف ہے

اس امت کے بہ خود غلط عناصر پہ کہ وہ اتنی عظیم نسبت کے باوجود "اسلام" کی حقیقت سے محروم ہیں۔ اور ان کی زندگی میں سب کچھ ہے لیکن "اسلام" نہیں۔

ایسے میں جانور کی قربانی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس سے پہلے جذبات و احساسات، تمناؤں اور خواہشات کی قربانی درکار ہے اگر وہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔

لن ینال اللہ لحومها ولا دماءها ولکن ینالہ التقوی منکم

اللہ تعالےٰ ہمیں خلیل و حبیب علیہما السلام کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی توفیق بخشے!

علوی
یکم ذوالحجہ ۹۶ھ

نمازِ عید!

اور

مجلسِ ذکر

- حسب سابق جامع مسجد شیرانوالہ لاہور میں ۸½ بجے صبح نماز عید ہو گی۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور خطبہ ارشاد فرمائیں گے۔ عورتوں کے لیے پردہ کا معقول انتظام ہے۔
- عید والی جمعرات کو مجلس ذکر نہیں ہو گی۔

(ناظم)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

اسلام کے معاملہ میں عدم خلوص کا مظاہرہ انتہائی شرمناک جسارت ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؛

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ صدق اللہ العظیم

یہ آیت کریمہ پہلے بھی اکثر پڑھی جاتی ہے ۔ آج ابھی نماز کے لیے آنے سے پہلے اخبارات دیکھے جس سے معلوم ہوا کہ اپوزیشن نے اسمبلی سے اس بات پر واک آوٹ کیا کہ تین سال کے قریب عرصہ ہوتا ہے کہ ایک غیر سرکاری قرارداد اسمبلی میں پیش ہوئی ۔ جس میں استدعا کی گئی تھی کہ ہفتہ وار تعطیل جمعہ کو ہونی چاہیے ۔ لیکن اتنا عرصہ ہونے کے بعد حالت یہ ہے کہ وہ قرارداد جوں کی توں ہے اور کوئی فیصلہ نہیں ہو پاتا ۔ کسی نہ کسی طریق سے بات ٹال دی جاتی ہے ۔

مقام تاسف ہے کہ

ملک جو کلمۂ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا اور جس کے لیے وعدہ تھا کہ اس میں قرآن و حدیث کا قانون ہوگا ۔ اس میں اب تک اتنی بات بھی نہ ہو سکی کہ تعطیل ہی اتوار کے بجائے جمعہ کو ہو جاتی ۔ وہی اتوار جو سارے یورپ کی چھٹی کا دن ہے اسی کے مطابق یہاں بھی ڈفلی بجائی جا رہی ہے اور کہا جاتا ہے کہ صاحب ہمارے کام نہیں چلتے ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ پورے مشرق وسطیٰ میں جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے کیا اس کا کاروبار رک گیا ؟ نظام زندگی معطل ہو گیا ؟ اور وہاں بیل و نہار کی گردش ختم ہو چکی ہے ۔

اصل یہ ہے کہ

بدقسمتی سے ہم لوگ اسلام کی حقیقت سے شاید واقف و آگاہ نہیں ۔ اگر ہم اسلام کی اصلیت سے آگاہ ہوتے اور اس کی حقیقت ہمارے سامنے ہوتی تو اسلام کے معاملہ میں ہمارا رویہ مخلصانہ ہوتا لیکن اسلام کا نام ہمارے یہاں محض ذاتی اغراض اور منفعتوں کی خاطر لیا جاتا ہے خلوص و دیانت اور عمل کے جذبہ سے کوئی کام نہیں ہوتا ۔

اسلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

اسلام کی حقیقت سمجھنی ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ حسنہ سامنے رکھیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں اس انداز سے موجود ہے کہ

"تمہارے لیے ابراہیمؑ اور اس کے رفقاء کی زندگی میں بہتر نمونہ موجود ہے ۔"

قرآن میں حضور نبی مکرم محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ محض حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ایک ایسے پیغمبر ہیں جن کے اسوۂ زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ۔

خدا کا کلام ہم چاہتے ہیں نبی کا فرمان چاہتے ہیں

قسم خدا کی نہ مال و دولت، نہ ساز و سامان چاہتے ہیں
خدا کے بندو! ہم اس وطن میں نفاذِ قرآن چاہتے ہیں

یہاں ہو صدیقؓ کی صداقت، یہاں ہو فاروقؓ کی عدالت
یہاں علیؓ کی بہادری ہو، غناءِ عثمانؓ چاہتے ہیں

شراب خانے قمار خانے، یہ بدمعاشی کے کارخانے
تباہ و برباد چاہتے ہیں، خراب و ویران چاہتے ہیں

یہ ساز و نغمہ، یہ رقص و مستی، یہی ہے وجۂ زوال و پستی
سب ایسے فسق و فجور کا ہم، یہاں سے فقدان چاہتے ہیں

ہمارے بیٹے جو ہوں بہادر، تو بیٹیاں ہوں حیا کی پیکر!
معاشرہ جن سے ہو مثالی، ہم ایسے انسان چاہتے ہیں

وہ جن کے باعث ہمارے اسلاف، تھے معزّز زمانے بھر میں
وہ شرم و اخلاق چاہتے ہیں، وہ دین و ایمان چاہتے ہیں

ہمیں جو جینے کے گُر بتائے، ہمیں جو انسانیت سکھائے
ہم ایسی تعلیم چاہتے ہیں، وہ علم و عرفان چاہتے ہیں

جو راہِ حق پر ہمیں چلائے، جو ظلم و شر سے ہمیں بچائے
ہمیں ہے اس راہبر کی خواہش، ہم ایسا سلطان چاہتے ہیں

یہ سازشیں ہم نہ چلنے دیں گے، یہ کوششیں ہم نہ پھلنے دیں گے
بڑی ہلاکت ہے اے مسلماں! جو یہ شیطان چاہتے ہیں

تمہیں بتاؤں کہ ڈھا رہے ہیں، یہ کیوں حصارِ کتاب و سنّت؟
یہ اپنے کھل کھیلنے کی خاطر، وسیع میدان چاہتے ہیں

اس لیے ہے عتاب ہم پر، یہی ہماری خطا ہے ظالم!
خدا کے احکام چاہتے ہیں، نبیؐ کے فرمان چاہتے ہیں

جو ہو شریعت کی حاکمیت، امیں وطن میں ہو امن و راحت
ہم ایسا آئین چاہتے ہیں، ہم ایسا اعلان چاہتے ہیں!

سید امین گیلانی، شیخوپورہ

ابراہیم علیہ السلام کے "اسلام" کا یہ عالم ہے کہ رب کائنات فرماتے ہیں اَسْلِمْ. تو وہ جواب دیتے فرماتے ہیں اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ. پھر اپنوں اپنی اولاد کو جو وصیت کی اس کا قرآن میں تذکرہ ہے۔ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کہ تمہاری موت اسلام کی حالت میں ہونی چاہیے۔ اور ان کی ایک دعا قرآن میں ہے۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ اے پروردگار! ہمیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنا۔

اسلام کیا ہے؟

کامل اطاعت گزاری اور مکمل انقیاد کا۔ دیکھیں ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے خواب میں فرمایا۔ بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کر دو۔ انہوں نے گریز نہ کیا۔ قرآن کہتا ہے۔ فَلَمَّا اَسْلَمَا کہ ابراہیم علیہ السلام قربانی کرنے پر آمادہ ہو گئے تو اسمٰعیل علیہ السلام قربان ہونے پر! اس سے اسلام کی حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام کیا ہے؟

ابراہیم علیہ السلام اور امتِ مسلمہ

ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا یہ بھی مانگی — وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ کہ ہماری اولاد میں امت مسلمہ پیدا فرما۔

اس کو بھی خدا نے قبول فرمایا اور ارشاد ہوا — مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ کہ تمہارا طریق تمہارے ابا ابراہیم کا ہے۔ اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

اور ہمارا حال

ہمارا حال یہ ہے کہ کہلاتے مسلمان ہیں لیکن کام خدا کی پناہ! اپنی ضرورت آئی۔ اپنی غرض پیش آئی تو اسلام اسلام ورنہ چھٹی!

حضرت شیخ الہند قدس سرہ اس آیت کریمہ کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اب فرماتے ہیں کہ اسلام کو پورا پورا قبول کرو یعنی ظاہر اور باطن اور عقیدہ اور عمل میں صرف احکام اسلام کا اتباع کرو۔ یہ نہ ہو کہ اپنی عقل یا کسی دوسرے کے کہنے سے کوئی حکم تسلیم کرو۔ یا کوئی عمل کرنے لگو، سو اس سے بدعت کا قلع قمع مقصود ہے، کیونکہ بدعت کی حقیقت یہی ہے کہ کسی عقیدہ یا کسی عمل کو کسی وجہ سے مستحسن سمجھ کر اپنی طرف سے دین شمار کر لیا جائے . . . . خلاصہ ان آیات کا یہ ہوا کہ اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ اور بدعات سے بچتے رہو۔ چند حضرات یہود سے مشرف بہ اسلام ہوئے مگر احکام اسلام کے ساتھ احکام تورات کی بھی رعایت کرنی چاہتے تھے . . . . اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے بدعت کا انسداد کامل فرمایا گیا۔ (حواشی صفحہ)

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے اپنے مخصوص اور بچے تلے انداز میں آیت کریمہ سے متعلق ساری حقیقت بتلا اور سمجھا دی کہ چند حضرات جنہوں نے یہودیت کو ترک کر کے اسلام کو قبول کیا۔ اور وہ انتہائی مخلص اور متدین تھے۔ لیکن ان کی خواہش یہ تھی کہ بعض ایسے احکام جو اسلام سے ٹکراتے بھی نہیں انہیں اگر ساتھ ساتھ چلایا جائے تو کیا حرج ہے؟ لیکن خداوند قدوس نے اس کو بھی گوارا نہ کیا اور پوری طرح اسلام میں داخل ہونے کا حکم فرمایا۔

اس کے برعکس

ہمارا یہ حال ہے کہ ہم میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ جن کے ہاتھ پاؤں وغیرہ تو بظاہر دائرہ اسلام میں داخل ہیں لیکن دل و دماغ مطمئن نہیں ہیں یا اس کے برعکس ہے کہ دل و دماغ تو مطمئن ہیں لیکن اعضاء و جوارح کا عمل اس کے مطابق نہیں۔

اور بعض ایسے ہیں۔ جو بعض شعبہ ہائے زندگی میں تو اسلام کا دم بھرتے ہیں لیکن بعض دوسرے

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

دُعا ___ زخمی دلوں کا سہارا

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي ۔ ۔ ۔ ۔ دَاخِرِينَ

یہ سورۃ مومن کی آیت ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔

ترجمہ ہے :

"اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو ۔ کہ پہنچوں تمہاری پکار کو۔ بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری بندگی سے اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر۔"

(حضرت شیخ الہندؒ)

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے جہاں اور اعزاز ہیں وہاں یہ بھی اس کا اعزاز ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو مانگنے کا حکم دیا۔ اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا اور جو نہ مانگے اس کے لیے وعید بھی ہے۔

حضرت قتادہؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں یہ انبیاء کی خصوصیت تھی اب اللہ تعالےٰ نے امت کے لیے بھی یہ حکم عام کر دیا کہ تم مانگو میں قبول کروں گا۔ (ابن کثیرؒ)

ایک صحابی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک روایت متعدد محدثین نے نقل فرمائی جس میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ :

إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ۔

یعنی دعا عبادت ہی ہے ۔ اور پھر اس آیت کو بطور دلیل ذکر فرمایا۔

ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے دعا کو مغز عبادت قرار دیا۔

ناراضی کی بات آئی تو فرمایا :

"کہ جو اللہ سے نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس پر غصہ فرماتے ہیں"۔

اور ابھی آپ نے آیت مبارکہ کے ترجمہ میں سنا کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص دعا کے معاملہ میں تکبر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ کے نبیؐ نے فضائل دعا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز مکرم نہیں"۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں فرمایا :-

کہ دعا سے عاجز نہ ہو کیونکہ دعا سے کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔ (حاکم ۔ ابن حبان)

ایک جگہ فرمایا کہ :

"دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور ہے"۔ (حاکم)

ایک جگہ فرمایا :

"کہ جس کے لیے دعا کے دروازے کھل گئے اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے"۔ (ترمذی ۔ حاکم)

ان تمام احادیث مبارکہ سے دعا کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔ بعض لوگ دعاؤں کی عدم قبولیت کا رونا روتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ ہر چیز کے لیے کچھ شرائط ہوتی ہیں۔ جب تک ان کا لحاظ نہ کیا جائے گا وہ چیز پوری نہیں ہوتی۔

اسی طرح دعا کا مسئلہ ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا کھانا پینا اور لباس حرام کا ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ یہ روایت امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی۔

اسی طرح ایک اور روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی امام ترمذی نے نقل کی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ

"غفلت و بے پرواہی اور بغیر دھیان کے رٹے رٹائے کلمات دہرانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی"

گویا توجہ قلبی اور حلال خوراک و لباس قبولیت دعا کے باعث اور سبب ہیں۔

پھر یہ کہ ضروری نہیں کہ دعا اسی رنگ میں اور فوراً قبول ہو جائے۔ اس لیے کہ بندہ سے زیادہ اس کا رب اس کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔ اس لیے کبھی تو جو مانگتا ہے وہی مل جاتا ہے اور کبھی مطلوب چیز کے بدلے آخرت کا اجر و ثواب مل جاتا ہے اور کبھی مطلوب چیز نہیں ملتی۔ البتہ اس دعا کے صدقہ کوئی آفت ٹل جاتی ہے۔

یہ ایک حدیث کا مفہوم ہے جو مسند احمد میں موجود ہے اور جس کے راوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ گناہ کے متعلق دعا یا قطع رحمی کے متعلق دعا کبھی قبول نہیں ہوتی —— دعا کرتے ہوئے انسان اچھی چیز خدا سے مانگے اور سب سے زیادہ خوشی خدا کو اس سے ہوتی ہے جب خدا سے عافیت مانگی جاتی ہے۔

بہرحال یہ چند باتیں دعا کے متعلق تھیں جو پلے باندھنا ضروری ہیں اس لیے کہ دعا زخمی دلوں کا سہارا ہے۔ لیکن بے اعتدالیوں کے سبب آدمی محروم رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات پاک سے مانگنے کا صحیح ڈھنگ سکھائے اور اپنی رحمتوں سے نوازے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ : خطبہ جمعہ

شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کو چھٹی کرا دیتے ہیں۔ اور اس طرح افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کی وعید کا مستحق بنتے ہیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دل و دماغ اور اعضاء و جوارح برابر طریق سے مسلمان ہونے چاہئیں اور اسلام پوری زندگی میں نافذالعمل ہونا چاہیئے۔

زبردست تنبیہ

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے زبردست تنبیہ ہے جو اسلام کو مسجد کی چار دیواری تک محدود رکھنا چاہتے ہیں اور اسلام کو انسان کا پرائیویٹ معاملہ کہہ کر بات ٹال دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کے احکام جتنے مسجد پر لاگو ہوتے ہیں اتنے ہی دوسرے مقامات پر بھی، اور اسلام جتنا پرائیویٹ زندگی میں ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ اجتماعی زندگی میں ضروری ہے لیکن بدقسمتی سے یہاں کا باوا آدم نرالا ہے اور اسی نرالے پن نے آج تک تمام وعدوں کے باوصف ملک میں اسلام کا راستہ روکا ہے۔

بہرحال جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہمارے اس مجرمانہ طرزِ عمل کا اس پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نہ پڑے گا لیکن مسلمان بہ حیثیت قوم و ملت اس مجرمانہ غفلت کے پیش نظر زبردست نقصان اٹھا چکے ہیں اور اگر انہوں نے اب بھی ہوش سے کام نہ لیا تو انہیں مزید نقصان اٹھانا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح احوال کی توفیق عطا فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید الاضحیٰ کے احکام

بقر عید کی نماز بھی مثل نماز عید الفطر کے واجب ہے اور ترکیب اس نماز کی وہی ہے جو نماز عید الفطر کی ہے یعنی تکبیر اولیٰ و ثنا کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے تین بار رفع یدین کریں، یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھائیں۔ پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر امام فاتحہ و سورت پڑھے، مقتدی خاموش رہیں۔

دوسری رکعت میں بعد فاتحہ و سورت رفع یدین کے ساتھ تین بار تکبیر کہیں اور ہر بار ہاتھ اٹھا کر چھوڑتے جائیں اور چوتھی تکبیر پر رکوع کریں۔ وقت اس نماز کا آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک ہے اور جلد پڑھنا اس نماز کا مستحب ہے تاکہ اس کے بعد قربانی میں مصروف ہوں۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے جس میں قربانی اور تکبیراتِ تشریق کے احکام بتلائے۔

اس نماز کے لیے باہر عیدگاہ میں جانا سنت مؤکدہ ہے۔ راستہ میں بلند آواز سے تکبیر پڑھتا رہے اور دوسرے راستے سے واپس ہو تاکہ دونوں راستے گواہی دیں۔

۲- بقر عید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں اگرچہ حرام بھی نہیں بہتر یہ ہے کہ بعد نماز کے قربانی میں سے کھائے۔

۳- تکبیر تشریق ایک دفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد جہراً (آواز سے) کہنا واجب ہے۔ امام اور مقتدی اور منفرد، عورت اور مرد سب ایک بار اس طرح تکبیر کہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک۔

۴- ہر مسلمان آزاد، مقیم جو کہ ضروریاتِ زندگی کے علاوہ مقدار نصاب یعنی ½۷ تولہ (تقریباً ½۸۷ گرام) سونا یا ½۵۲ تولہ (تقریباً ½۶۱۲ گرام) چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو، اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ قربانی میں بکرا یا بھیڑ یا دنبہ یا ساتواں حصہ اونٹ، گائے، بیل بھینس کا ایک آدمی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ جن جانوروں میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں وہ سات سے کم تعداد کے لیے بھی جائز ہیں۔ بکرا ایک سال کا ہونا چاہیئے اور بھیڑ، دنبہ اگر موٹا ہو اور چھ ماہ سے زائد کا ہو تو ہو سکتا ہے، اونٹ پانچ سال کا ہونا چاہیئے، باقی بڑے جانور دو سال کے لیے کافی ہیں، نر و مادہ دونوں کی قربانی جائز ہے۔

۵- قربانی کا گوشت وزن سے تقسیم کیا جائے۔ اندازے سے تقسیم نہ کیا جائے۔ لیکن اگر کسی طرف پائے سری بھی لگا دیئے جائیں تو اندازے سے بھی تقسیم کرنا درست ہے۔

۶- شہر والے قربانی بعد نماز کریں اور اگر کسی عذر سے اس دن نماز نہ ہوئی تو جب نماز کا وقت گزر جائے اس وقت قربانی کرنا درست ہے یعنی بعد زوال کے، اور دوسرے تیسرے دن نماز سے پہلے بھی قربانی درست ہے یعنی اگر نماز بقر عید کسی عذر سے قضا ہو گئی تو اگلے دن نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔ اسی طرح بارھویں تاریخ کو بھی اور گاؤں والوں کو دسویں تاریخ کی صبح صادق ہونے کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

۷- قربانی کے تین دن ہیں، دسویں، گیارھویں، بارھویں ذی الحجہ کی مگر پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے، پھر دوسرے دن پھر تیسرے دن غروب آفتاب سے پہلے قربانی ہو سکتی ہے۔

۸- رات کو قربانی کرنا جائز ہے، پسندیدہ اور بہتر نہیں۔

۹- اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کراتے وقت خود وہاں کھڑا

ہو جانا بہتر ہے۔

۱۰۔ قربانی کے وقت کوئی دعا زبان سے پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر صرف دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تب بھی قربانی درست ہے لیکن اگر دعا ماثورہ جو آگے آتی ہے پڑھے گا تو بہتر ہے اور ثواب زیادہ ہے۔

۱۱۔ جب قربانی کو قبلہ رُخ لٹا دے تو یہ دعا پڑھے۔

اِنِّیْ وَجَّہْتُ وَجْہِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

۱۲۔ ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

۱۳۔ بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی غربا و مساکین پر صدقہ کرے، ایک تہائی اپنے دوستوں کو دے اور ایک تہائی اپنے اہل و عیال کے لیے رکھ لے، جس شخص کا کنبہ بہت ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کر سکتا ہے البتہ فروخت کرنا منع ہے۔

۱۴۔ جس شخص کے ذمہ قربانی نہ تھی مگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور قربانی کا خریدا تو اس کے ذمہ اس کا قربانی کرنا واجب ہو گیا، اس کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر قربانی کے دن گزر گئے اور اس نے اس جانور کو ذبح نہ کیا تو زندہ کو اللہ کے واسطے محتاجوں کو دے دینا چاہیئے۔ غنی اور نذر کرنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔

۱۵۔ جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے۔ اگر قربانی کے دن گزر جائیں اور قربانی نہ کرے تو اس کے ذمہ قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

۱۶۔ جس جانور کے سینگ پیدائشی نہ ہوں اس کی قُربانی درست ہے۔ اگر بیچ سے ٹوٹ گیا تب بھی قربانی درست ہے۔ اگر جڑ سے اُکھڑ گیا تو درست نہیں اور بدھیا کی قُربانی درست ہے۔ خواہ مل کر بدھیا کیا گیا ہو یا نکال کر اندھے اور کانے کی قربانی درست نہیں اور ایسے دبلے جانور کی بھی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو اور نہ ایسے لنگڑے کی جو مذبح تک نہ جا سکے اور نہ ایسے جانور کی جس کا تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو یا تہائی سے زیادہ دُم کٹی ہوئی ہو۔ اور نہ ایسے جانور کی جس کی بیماری ظاہر ہو، اور نہ ایسے جانور کی جس کے دانت نہ ہوں، البتہ تھوڑے سے گر گئے اور زیادہ باقی رہ گئے تو جائز ہے۔

۱۷۔ چرم قربانی کو بدون فروخت کرنے کے اپنے کام میں لا سکتا ہے یعنی ڈول وغیرہ اس سے بنا سکتا ہے، خود اس کو فروخت کرنا نہیں چاہیئے۔ لیکن اگر فروخت کر دیا تو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور قصاب کی اجرت قربانی میں سے دینا جائز نہیں اور فتاویٰ عالمگیریہ" میں ایک روایت ہے کہ چرم قربانی کو صدقہ کرنے کے لیے فروخت کرنا درست ہے۔

۱۸۔ چرم قربانی یا اس کی قیمت کسی معاوضہ میں دینا مثلاً امام و مؤذن کو بہ سبب اس کی امامت و اذان کے دینا درست نہیں ہے اور طالبانِ علم دین اس کے بہترین مصرف ہیں کہ اس میں دوہرا ثواب ہے۔ صدقہ اور اشاعت علم دین کا، طالبانِ علم دین کی مدارات اور ان کے ساتھ ہر قسم کے سلوک کرنے کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاکید امر فرمایا ہے۔ وعن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس لکم تبع وان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیراً ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ :۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ :۔

"تمام آدمی تمہارے تابع ہیں اور اطرافِ عالم سے تمہارے پاس بہت سے آدمی علمِ دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لیے آویں گے۔ سو جب وہ تمہارے پاس آویں تو میں تم کو وصیّت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا"

فلسفہ عید قربان

قاری فیوض الرحمٰن
گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد

ہر قوم کے اپنے مخصوص تہوار ہوتے ہیں اور یہ تہوار معاشرہ کی جان ہوتے ہیں ان سے سوسائٹی میں اتفاق اتحاد اور ربط پیدا ہوتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر تہوار کسی اہم واقعہ کی یاد میں منایا جاتا ہے پھر اگر کوئی دن کسی عظیم تاریخی واقعہ کی حیثیت سے تہوار قرار دیا جاسکتا ہے تو اس امت مسلمہ کے لئے جو ملت ابراہیمی کی وارث اور اسوۂ خلیلی کی نمائندہ ہے۔ دس ذی الحجہ کا دن بہت بڑا تہوار ہے۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس میں امت مسلمہ کے مؤسس اور مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا اشارہ پاکر اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کے لئے بارگاہ الٰہی میں پیش کیا، ان کے گلے پر چھری رکھی اور کامل انقیاد و رضا اور تسلیم کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ نے عشق و محبت اور قربانی کے اس امتحان میں انہیں کامیاب قرار دیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو سلامت رکھا اور ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمائی، امامت کا تاج آپ کے سر پر رکھا گیا اور ان کی اس ادا کی نقل کو قیامت تک کے لئے رسم عاشقی قرار دیا گیا اور جس بنجر وادی میں اس قربانی کا واقعہ پیش آیا تھا اس میں پورے عالم اسلام کا سالانہ اجتماع رکھا اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں تقریبات نماز و قربانی وغیرہ کی یادگار کو باقی رکھا۔ ہم یہ "عید قربان" کا تہوار ہر سال اسی شان میں مناتے ہیں۔

عید قربان کا مطلب

قربان۔ اللہ کے حضور کسی چیز کا پیش کرنا "OFFERING TO GOD"۔ القربان۔ ما تقربت بہ الی اللہ تعالیٰ، یعنی قربانی وہ شے ہے جس سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو امام راغب نے بھی اسی طرح لکھا ہے: "القربان ما یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ" امام ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ قربانی ہر وہ نیک عمل ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قرب کا مقصود ہو۔ "القربان ما یقصد ۔۔۔۔۔ من اعمال البر" مگر عام بول چال میں یہ لفظ اکثر ذبیحہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس مبارک موقعہ پر چونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانوروں کی قربانی پیش کی جاتی ہے اس لیے اسے عید قربان "FESTIVAL OF SACRIFICES" کہا جاتا ہے۔

قربانی کا آغاز اور انبیائے سابقین میں اس کا رواج

کسی حلال جانور کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ذبح کرنا آدم علیہ السلام کے زمانہ ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ سب سے پہلی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے دی تھی۔ یہ قربانی گویا ان کا امتحان تھا۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر موجود ہے پھر انبیائے سابقین میں بھی اس کا رواج رہا۔ قربانی کے قبول ہونے کی پہچان اس وقت یہ تھی کہ ایک آگ آسمان سے اتر کر اس قربانی کو کھا جاتی تھی۔ قربانی عرصہ دراز تک انبیائے کرام کی صداقت کی دلیل رہی۔ اہل کتاب کی تقریر کا حوالہ قرآن حکیم نے دیا ہے۔

الذین قالو ۔۔۔۔۔۔۔ ان کنتم صدقین۔

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر اعتقاد نہ لاویں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ نذر و نیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اس کو آگ کھا جاوے۔ آپ فرما دیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے اور خود

یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو۔ سو تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا۔ اگر تم سچے ہو۔ آیت ۱۸۳۔ "آل عمران"

آیت کے آخری حصے میں تسلیم کیا گیا ہے کہ قربانی واقعی انبیائے کرام کی صداقت کی دلیل ٹھہرائی گئی تھی۔ تورات میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی زندگی میں بار بار قربانی کرتے تھے "تب خدا نے ابراہیم کو دکھلائی دے کر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا اور اس نے وہاں خداوند کے لئے جو اس پر ظاہر ہوا ایک مذبح بنایا" پیدائش ۱۲-۷

یہود میں بھی قربانی کا وجود تھا۔ چنانچہ یہودی اپنے اہل وعیال اور مال مویشی کی سلامتی کے لئے قربانی دیا کرتے تھے۔ خروج ۲۰-۲۴

اور تورات میں ہے کہ ایلیاہ نبی نزدیک آیا بولا کہ اے خداوند! ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور اسرائیلؑ کے خدا آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ تو اسرائیل کا خدا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے یہ سب کچھ تیرے کہنے سے کیا ہے۔ تب خداوند کریم کی طرف سے آگ نازل ہوئی اور اس نے سوختنی قربانی اور لکڑیوں، پتھروں اور پانی کو جلایا"۔

سلاطین ۱-۱۸-۳۷-۳۸

اسی طرح تواریخ ۷-۱ میں ہے۔

"اور جب سلیمان دعا مانگ چکا تو آسمان سے آگ اتری اور سوختنی قربانی اور ذبیحوں کو کھا گئی اور وہ گھر خداوند کے جلال سے بھر گیا۔

دیکھئے کس طرح "بقربان تأکلہ النار" کی تصدیق ہو رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے قربانی ہر دین سماوی کی عبادت رہی ہے اور قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

ولکل أمۃ ...... منسکا الحج ۳۴

ترجمہ۔ اور جتنے اہل شرائع گذرے ہیں۔ ان میں سے ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کرنا مقرر کیا تھا۔

اور تفسیر المراغی میں ہے۔

وجعلنا لأہل ...... دون آخرین۔

یعنی ہم نے تمام سابقہ ادیان میں بھی قربانی مقرر کی تھی وہ قومیں بھی اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جانور ذبح کرتی رہی ہیں۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں مندرجہ ذیل عبارت مرقوم ہے۔

ترجمہ! "قربانی کا طریق مختلف اقوام میں خواہ کتنا ہی غلط ہو اس کا رواج تقریباً عام رہا ہے۔ قربانی کا تصور یہودی اور غیر یہودی مذاہب میں بنیادی رہا۔ عیسائیت نے بھی اسے ختم نہ کیا بلکہ تھوڑے سے تغیر اور تبدل کے بعد اختیار کئے رکھا"!

عظیم الشان واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریباً ساری زندگی ابتلاء و آزمائش ہی میں گذری ہے۔ کبھی تو مشرک قوم کو دعوت حق دے رہے ہیں۔ اور قوم کی طرف سے جو مصیبتیں آتی ہیں برداشت کر رہے ہیں۔ کبھی والد کی دھمکیاں سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے "جرم" میں آگ میں ڈالے جا رہے ہیں۔ خدا کی رضا کے لئے ہجرت فرما رہے ہیں۔ اہلیہ محترمہ اور بیٹے کو بے آب و گیاہ لق و دق اور گرم ریگستان میں خدا کی رضا کے لئے چھوڑ رہے ہیں آزمائشوں پر لغزش آنے نہیں پائی۔ آخر بیٹے کی قربانی کا مرحلہ آتا ہے۔ بیٹا بھی وہ جو بڑھاپے کی حالت میں دعائیں مانگ مانگ کر ملا ہے۔ اب جب چلنے پھرنے کے لائق ہوا ہے اور باپ کا ہاتھ بٹانے کی عمر تک پہنچ چکا ہے۔ عین اس وقت خواب میں اشارہ پا کر اسے قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، ایمان اطاعت اور تسلیم کا اندازہ لگایئے۔ کہ باپ، بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہے۔ یہ تیاری جزع و فزع، خلجان اور پریشانی کے عالم میں نہیں ہے۔ بلکہ قبول، رضا اور سکون قلب سے ہے، بیٹے سے فرماتے ہیں۔

یا بنی انی ...... ماذا تری۔

بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اچھا بتلاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ بیٹا بھی اخلاص انقیاد اطاعت، رضا اور یقین کا پیکر ہے، محبت بھرے انداز میں کہتا ہے۔

یا أبت افعل ...... من الصابرین۔

ابا جان! تعمیل حکم میں دیر نہ کریں، آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

بیٹا یہ جانتا ہے کہ یہ خواب کا معاملہ ہے اور خواب خدا کے پیغمبر کا ہے۔ اس نے اپنی رائے کا اظہار افعل ما تؤمر

سے کر رہا ہے۔

یہ فیضان نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ باپ بیٹا دونوں ہی اللہ کے انتہائی فرمانبردار ہیں

شاباش آں صدف کے چناں پرورد گہر
آباء از و مکرم ابناء عزیز تر

غرض باپ بیٹا تعمیلِ حکم کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔ باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل زمین پر گرا دیا ہے۔ بیٹا ذرا بھی حرکت نہیں کر رہا اور تعمیل فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ درخواست کر رہے ہیں کہ ابا جان مجھے باندھ دیجئے۔ تاکہ میں حرکت نہ کر سکوں۔ اپنے کپڑوں کو مجھ سے دور رکھئے۔ تاکہ خون کے چھینٹے نہ پڑنے پائیں اور چھری چلانے میں تیزی کیجئے۔ دھیان فرمایئے کہیں ایسا نہ ہو کہ محبت پدری تعمیل حکم میں حائل ہو۔

چھری گردن پر رکھ دی گئی۔ اب صرف خون بہنے اور جان نکلنے کی کسر باقی رہ گئی ہے۔ اللہ اللہ! یہ ہے حضرت خلیلؑ کا مقام! اقبال کہتے ہیں۔

می کند از ما سوا قطع نظر
می نہد ساطور بر حلق پسر
بایکے مثل ہجوم لشکر است
جان بچشم او زباد ارزان تر است

باپ اپنے ہاتھ سے بیٹے کو ذبح کرنے لگا ہے۔ فرشتے ورطۂ حیرت میں ہیں۔ چشم فلک نے روز اول سے سطح زمین پر ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ پوری قوت کے ساتھ بار بار چھری چلا رہے ہیں۔ لیکن چھری کی مجال نہیں ہے کہ وہ ایک بال بھی کاٹ سکے۔ چنانچہ علامہ بیضاوی نے اس مقام پر لکھا ہے۔ روی انہ امر السکین بقوتہ علی حلقہ مرارا فلم یقطع۔

آزمائش پوری ہوئی امتحان مکمل ہوا، اسماعیلؑ کا خون بہانا مقصود نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نیت، اخلاص اور عزم دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو باپ بیٹا دونوں اس میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اچانک آواز سنائی دیتی ہے۔ ابراہیم! بس کیجئے آپ نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ فلما اسلما .... کذلک نجزی المحسنین۔ ہم نیکو کاروں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑا امتحان (TREMENDOUS TRIAL) تھا اور اس امتحان کے لائق حضرت ابراہیم و اسماعیل جیسے بزرگ ہی ہو سکتے ہیں۔ اللہ نے اسماعیلؑ کی جگہ ایک بڑا ذبیحہ بھیج دیا۔ روایات میں ہے کہ دنبہ جنت سے آیا تھا۔ وفدیناہ بذبح عظیم۔ اللہ کو اپنے خلیلؑ کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اسے آئندہ آنے والی نسلوں میں بھی باقی رکھا۔ وترکنا علیہ فی الآخرین۔ پھر یہی رسم قربانی کی اسماعیل علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لئے قائم کر دی گئی۔

یہاں تک کہ یہود آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں عیسائی بھی آپ کی تعظیم کرتے ہیں اور مشرکین آپ کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ آپ تمام امتحانات میں کامیاب ہوئے اور امامت کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا گیا۔

(شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

موجودہ قربانی حضرت خلیلؑ کی یادگار ہے

امت مسلمہ کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اس امت کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ "ربنا واجعلنا ..... رسولا منہم" اللہ پاک نے آپ کی دعائیں قبول فرمائیں اور یہ امت وجود میں آئی اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اولاد سے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ اس امت کا نام مسلمہ اور مسلمین آپ ہی نے رکھا ہے۔ "وجاہدوا فی اللہ .... المسلمین"!

اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو اور امتوں سے ممتاز فرمایا اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیم کی اس ملت پر ہمیشہ قائم رہو اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے۔ الحج ـــــ ۷۸

قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

قل انی .... من المشرکین۔

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ

بتلا دیا ہے کہ وہ ایک دین ہے۔ مستحکم جو طریقہ ہے۔ ابراہیمؑ کا جس میں ذرا کجی نہیں۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں نہ تھے

—— الانعام —— ۱۶۱۔

نماز اور قربانی ملتِ ابراہیمی کے بنیادی رکن ہیں۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے کی امت کو بھی تاکید کی گئی ہے۔

فصل لربک وانحر۔ یعنی آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ (الکوثر)

اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت واضح الفاظ میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ یہ قربانیاں تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ حدیث میں ہے صحابہؓ نے آپ سے پوچھا۔ ماھذہ الأضاحی یا رسول اللہ؟

قال سنۃ أبیکم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ من الصوف حسنۃ۔

(رواہ احمد و ابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام سے بعض صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور تاریخ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ تمہارے روحانی اور نسلی مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے ان صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ، پھر ہمارے لئے ان قربانیوں میں کیا اجر ہے؟ آپ نے فرمایا قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی؟ انہوں نے عرض کیا اون کا بھی یا رسول اللہ یہی حساب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں! اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا۔ کہ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی۔

"مسند احمد، سنن ابن ماجہ" بحوالہ "معارف الحدیث" مولانا محمد منظور نعمانی۔

ما مسلمانیم و اولاد خلیل
از أبیکم گیر گر خواہی دلیل

قربانی کا مقصد

قربانی سے مقصود گوشت اور خون نہیں ہیں بلکہ خلوص اور تقویٰ مقصود ہے جیساکہ ارشاد نبوی ہے۔

إن اللہ لا ینظر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ إلی قلوبکم و أعمالکم

یعنی اللہ تعالیٰ کی نگاہ ظاہری شکل و صورت پر نہیں ہوتی بلکہ خلوص اور عمل پر ہوتی ہے۔ قربانی ہمیں تسلیم و انقیاد ("SUDMISSIOH") کا سبق دیتی ہے۔ یعنی ہم اپنے آپ کو پورے طور پر خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا ثبوت پیش کیا ہے۔

"اذ قال ۔ ۔ ۔ ۔ لرب العلمین۔

جب کہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا۔ کہ تم اطاعت اختیار کرو، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العلمین کی۔ (البقرہ۔ ۱۳۱

ہماری نماز ہماری قربانی ہماری چاہت ہمارا کھانا سونا اور جاگنا بلکہ پوری زندگی اور موت اطاعت و فرمانبرداری کی مکمل تصویر ہو اور ہماری تمام حرکات و سکنات احکام الٰہی کی پابند ہوں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

طبع مسلم از محبت قاہر است
مسلم از عاشق نباشد کافر است
تابع حق دیدنش نا دیدنش
خوردنش، نوشیدنش خوابیدنش

اور اسی اطاعت و فرمانبرداری کا اعلان حضور علیہ السلام سے قرآن کریم کے ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

"قل ان صلاتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وأنا أول المسلمین۔

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو مالک ہے سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔ الانعام ۔ ۱۶۳ ۔ ۔

قربانی سے مومن کو یہ سبق ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا ہر چیز سے مقدم ہے۔ مال اولاد حتیٰ کہ جان سے بھی اگر رضائے الٰہی حاصل ہو تو یہ سودا بہت سستا ہے۔ اس قسم کا ایک مومن پورا لشکر ہے۔

مے کند از ما سوا قطع نظر
می نہد ساطور بر حلق پسر
با یکے مثل ہجوم لشکر است
جان بچشم او ز باد ارزان تر است

ان ابراہیم کان أمۃ قانتاً للہ حنیفا

(ا) بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے مقتدا تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے اور حنیف تھے۔ "بیان القرآن"

(ب) بے شک ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات میں ایک امت تھے۔ جامع البیان صفحہ ۲۳۵، النحل۔ ۱۲۰۔"

غرض ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں والد، وطن جان، اولاد ہر قسم کی قربانی دے کر امت مسلمہ کے لئے ایک شاندار مثال قائم کردی ہے تاکہ امت مسلمہ حکومت امامت کے منصب جلیل پر فائز ہو سکے۔

"قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم"

ابراہیم علیہ السلام تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ ہیں۔

الممتحنۃ۔ ۴

ان قربانیوں کی بدولت آپ کو امامت کی سند سے نوازا گیا۔ اسی لئے اہل اسلام کو ہر سال قربانی دینے کی مشق کرائی جاتی ہے تاکہ انہیں دنیا کی سیادت و حکمرانی بھی نصیب ہو اور آخرت کی دائمی سعادت بھی حاصل ہو۔

اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کو جب بھی کامیابی ملی ہے تو ان قربانیوں ہی کی بناء پر ملی ہے اور جب کبھی دنیا میں ٹھوکر کھائی ہے تو اسلام کی اسی حقیقت سے خالی ہو کر کھائی ہے۔

پس اس یادگار کے منانے کا مقصد یہ ہے کہ اس امت میں وہی جذبہ قربانی پیدا کر دیا جائے جس کا مظاہرہ آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت خلیل علیہ السلام نے کیا تھا۔ اگر اسوۂ ابراہیمی کی جھلک آج بھی ہم میں آجائے تو فتح و کامیابی یقیناً ہماری ہے اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہمیں مغلوب نہیں کر سکتی۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دُعا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمیں قربانی کی حقیقی روح سے آشنا فرمائے اور دنیا کی جو قوم بھی ہمارے مقابلے میں آئے ہمیں اس پر غلبہ نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس پاکستان کو داخلی اور خارجی فتنوں سے بچائے اور جس اسلام کے صدقے اس ملک کا حصول ہوا ہے اور جس کے طفیل بھارت کے جارحانہ حملے سے محفوظ رہا ہے۔ اسی اسلام کو اس میں نافذ فرمائے۔ آمین

قربانی کے چند مسائل

جس طرح عید الفطر کے دن اہل استطاعت پر صدقہ فطر واجب ہے اسی طرح عید الاضحیٰ کے دن قربانی واجب ہے۔ شہر اور قصبات والوں کو قربانی نماز عید کے بعد کرنی چاہیئے۔ اونٹ، گائے، بھینس کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اور بھیڑ، بکری، دنبہ کی قربانی صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اونٹ کی عمر پانچ سال سے کم نہ ہو اور گائے بھینس کے لئے دو سال کا ہونا ضروری ہے۔ بھیڑ اور بکری ایک سال سے کم نہ ہو۔ البتہ دنبہ (جس کی چکتی ہو وہ) ۶ ماہ کا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ موٹا تازہ ہو۔ قربانی کا جانور اندھا، لولا لنگڑا، کانا، بیمار اور بہت دبلا پتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ جس جانور میں کوئی عیب ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ مثلاً جس جانور کا کان، دم، ناک یا چکتی نصف سے زیادہ نہ ہو یا کان پیدائشی نہ ہوں اور جانور گھاس نہ کھا سکتا ہو یا سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا ہو تو وہ جائز نہیں۔ اگر پیدائشی نہ ہوں تو قربانی درست ہے۔

قربانی کا ایک تہائی گوشت محتاجوں میں، ایک تہائی دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرنا چاہیئے، اور ایک تہائی اپنے اہل و عیال کے لئے رکھے۔ اگر گھر والے زیادہ ہوں تو سارا گوشت گھر میں استعمال کرنا جائز ہے اور اگر قربانی نذر کی ہو تو سب گوشت تقسیم کر دے۔ قربانی کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا و ما انا من المشرکین۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العلمین۔ لاشریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین اللّٰھم منک ولک بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔

ترجمہ: تحقیق میں نے خالص طور پر متوجہ کیا اپنے چہرہ کو اس ذات کی طرف جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو یکسو ہو کر اور میں نہیں ہوں مشرکوں میں سے۔ بیشک

(باقی صـ ۲۲ پر)

تعارف وتبصرہ

دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں۔ تبصرہ کے لیے کتاب کی
تبصرہ باری پر ہو گا۔

الایام راہِ حق کے مسافروں کے لیے ایک تحفہ

اللہ تعالےٰ کی ذات بڑی عظیم ہے اور بے پناہ قدرتوں کی مالک ہے۔ اس نے انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جو آخری نوشتہ قرآن کی صورت میں بھیجا، اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود لے لیا۔

اسی وعدۂ حفاظت کا کرشمہ ہے کہ اس کتاب مبین کے الفاظ، معانی، مفہوم اور سب کچھ کی حفاظت ہو رہی ہے۔ اور خوب طریق سے!

اللہ تعالےٰ جو ابابیلوں سے ابرہہ کے ہاتھی فنا کرا سکتا ہے، اپنے کمزور و ناتواں بندوں سے بڑے بڑے کام لے لیتا ہے۔ ایسے ہی ایک صاحب حاجی محمد شفیق ہیں۔ جن کو میں بہت دیر سے جانتا ہوں لیکن وہ شاید مجھے پہلے نہ جانتے تھے۔

ایک دن موصوف سے ملاقات ہوئی۔ رائے ونڈ کے اجتماع سے کچھ دن پہلے، جائے ملاقات یاد نہیں۔ انہوں نے اپنا ایک عزم مجھے بتلایا جسے سن کر انتہائی خوشی ہوئی۔

عزم یہ تھا کہ میں ایک ڈائری کی طیاری میں مصروف ہوں جو بہ نظر بہ ظاہر ڈائری ہو گی لیکن فی الحقیقت راہ حق کے مسافروں کے لیے خدا کے ایک عاجز و کمزور بندے کی طرف سے ایک تحفہ ہو گی۔

ان کی خواہش یہ تھی کہ یہ تحفہ عجیبہ رائے ونڈ کے اجتماع تک طیار ہو جائے اور اس موقعہ پر سامنے آ جائے لیکن اللہ کو ایسا منظور نہ تھا اس لیے اس موقعہ پر تو طیار نہ ہو سکی البتہ چند دن بعد طیار ہو گئی۔

موصوف نے ابتداء میں بتلایا ہے کہ اس قسم کا خیال ایک عرصہ سے دل میں موجود تھا لیکن ہر کام کی تکمیل کا ایک وقت ہوتا ہے اور وہ وقت اب آ گیا اور قدرت نے کام کرا دیا۔

ڈائری اس وقت کی ایک اہم ضرورت ہے راعی، رعایا، عالم، صوفی، دکاندار، کارخانہ دار، طالب علم، استاد۔ غرضیکہ ہر چھوٹا بڑا ڈائری رکھتا ہے اور ہر ایک کی متجسس نگاہیں ایسی ڈائری ڈھونڈتی ہیں جس میں اچھا مواد ہو۔ اور یادداشتوں کے ساتھ ساتھ ذہن وفکر کی بالیدگی اور روح کی تربیت کا اس میں کافی سامان موجود ہو۔

"الایام" کے مرتب نے عالمی تبلیغی تحریک "بستی نظام الدین دہلی" کا ایک مخلص ورکر ہونے کی مناسبت سے ڈائری کو اسی مناسبت سے ترتیب دیا ہے۔ اس میں اس تحریک کے بانی اور دوسرے ذمہ دار حضرات کی مختصر سوانح حیات، ان کے کام کا تعارف، ان کے اصول وضوابط، اس سلسلہ میں قرآن وسنت کے ارشادات منتخب اشعار، انتہائی عظیم المرتبت بزرگوں کے اقوال، تقاریر بہت کچھ موجود ہے اور کیلنڈر سن ہجری کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ جو ایک انتہائی مستحسن اقدام ہے گو کہ سنین کی ایک آدھ غلطی ہو گی۔ اور بعض جگہ پروف کی غلطیاں کھٹکیں گی لیکن نقشِ اول کے اعتبار سے یہ ایک منفرد ڈائری ہے اور تبلیغی تحریک سے متعارف ہونے کے خواہش مند حضرات ضروری اور بنیادی مسائل و فضائل سے آگاہ ہونے کا جذبہ صادقہ رکھنے والے دوست اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں گے۔ ان کے علاوہ ہر ضرورت مند اور شائق اسے حرز جاں بنا سکتا ہے۔ ستھرا کاغذ، خوبصورت کتابت، اعلیٰ طباعت، اچھی جلد اور پلاسٹک کور تک کا انتظام ہونے کے باوجود قیمت محض ۵۰/۱۶ روپے ہے اور محبوب بک ڈپو اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

ماخوذ من "الدر المنثور"

تحقیق : الامام جلال الدین السیوطیؒ

ترجمہ و تلخیص : زاہد الراشدی

حج بیت اللہ

گناہوں کا کفارہ ، کمزوروں کا جہاد ، آنکھوں کی ٹھنڈک ، اللہ تعالیٰ کے وفود

گناہوں کا کفارہ

مالکؒ ، ابن ابی شیبہؒ ، بخاریؒ ، مسلمؒ ، ترمذیؒ ، نسائیؒ ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج کا بدلہ تو صرف جنت ہے۔

جنت کی بشارت

بیہقیؒ اور اصفہانیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاجی جب کلمہ طیبہ پڑھتا ہے یا تسبیح پڑھتا ہے یا تکبیر بلند کرتا ہے تو اسے جنت کی بشارت دی جاتی ہے۔

گناہوں کا خاتمہ

مسلمؒ اور خزیمہؒ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام قبول کرنے سے انسان کے پہلے گناہ ختم ہو جاتے ہیں ہجرت کرنے سے پہلے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور حج کرنے سے پہلے گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔

کمزور کا جہاد

طبرانیؒ اور عبدالرزاقؒ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں کمزور دل والا انسان ہوں اور میدانِ جنگ میں دشمن کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ایسا جہاد نہ بتاؤں جس میں لڑائی نہیں ہے ؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں ! آپ نے فرمایا تم پر حج اور عمرہ لازم ہے۔

عورت کا جہاد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے شخص کمزور آدمی اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔

افضل عمل

احمدؒ اور طبرانیؒ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا ایمان اس کے بعد جہاد اور پھر حج مبرور۔

حج مبرور

احمدؒ ، ابن خزیمہؒ ، طبرانیؒ حاکمؒ اور بیہقیؒ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو مبرور کیسے کیا جاتا ہے ؟ فرمایا (ارکان حج صحیح طور پر ادا کرنے کے ساتھ) غرباء کو کھانا کھلانے ، اچھے کلام اور سلام کو عام کرنے کے ساتھ حج مبرور ہوتا ہے۔

گناہوں کو دھونے والا

طبرانیؒ حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حج کرو کیونکہ حج گناہوں کو ایسے دھو دیتا ہے جیسے پانی میل کو دھوتا ہے۔

حاجی کی شفاعت

بزارؒ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حاجی اپنے خاندان کے چار سو افراد کی شفاعت کر سکے گا اور وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے پیدا ہوتے وقت تھا۔

ارشاد فرمایا حاجیوں کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور ان لوگوں کے گناہ بھی معاف کر دیے جاتے ہیں جن کے لیے حاجی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

گناہوں سے پاک

ہر قدم پر ثواب

بیہقیؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کا قصد کر کے اونٹ پر سوار ہوتا ہے اس کا اونٹ جتنی بار قدم اٹھاتا اور زمین پر رکھتا ہے ہر بار اس کی ایک نیکی لکھی جاتی ہے ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ بیت الحرام تک پہنچتا ہے طواف کرتا ہے۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے اور (افعال حج سے فارغ ہو کر) سر منڈواتا ہے تو گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے ہوتے وقت تھا پس اس کو چاہیے کہ وہ نئے سرے سے عمل شروع کرے۔

اللہ تعالیٰ کے وفود

بزارؒ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے وفود ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے گھر بلایا اور وہ آ گئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دے دیا۔

حاجیوں کا استقبال

بیہقیؒ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا اگر لوگ یہ جان لیں کہ حاجیوں کا ان پر کیا حق ہے تو وہ ان کے آنے پر ان کا استقبال کریں اور ان کی سواریوں کے کجاووں کو چوم لیں کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے گھر جانے والے منتخب وفود ہیں۔

حاجی کی بخشش

بزارؒ، ابن خزیمہؒ، طبرانیؒ، حاکمؒ اور بیہقیؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابن ابی شیبہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور اس کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں تھا وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو گیا جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے وقت تھا۔

محنت کے مطابق اجر

ابن ابی شیبہؒ اور حاکمؒ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عمرہ کے موقع پر فرمایا کہ تمھیں اپنی محنت و مشقت اور خرچ کے مطابق اجر ملے گا۔

آنکھوں کی ٹھنڈک

ابن ابی شیبہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حاجیوں کے ایک گروہ کو دیکھا اور فرمایا اگر یہ لوگ جان لیں کہ مغفرت کے بعد انھیں کیا کچھ ملنے کا تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔

حج میں جلدی کرو

اصفہانیؒ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فرض ہونے پر) حج کی ادائیگی میں جلدی کرو کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا کچھ پیش آنے والا ہے۔

اللہ کی پناہ میں

طبرانیؒ حضرت ابو ذر رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا یا اللہ جو لوگ آپ کے گھر کی زیارت کرتے ہیں انھیں کیا اجر ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں دنیا میں ان لوگوں کو اپنی پناہ میں رکھوں گا اور جب مجھ سے ملیں گے تو ان کے

گناہ معاف کر دوں گا۔

فقر سے دوری

ابن ابی شیبہ، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن خزیمہ اور ابن حبان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ پے در پے کرو۔ کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو انسان سے اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے آگ کی بھٹی پر لگی ہوئی پھکنی لوہے سونے اور چاندی کی کھوٹ کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں اور جو مومن بھی احرام کی حالت میں دن گزارے گا سورج اس کے گناہوں کو ساتھ لے کر غروب ہو جاتے گا۔

حاجت براری

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ سید التابعین حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص بھی بیت اللہ شریف میں دین یا دنیا کی کوئی حاجت لے کر آتا ہے وہ حاجت پوری کر کے واپس لوٹتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فخر

ابو یعلیٰ، طبرانی، دار قطنی اور بیہقی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج اور عمرہ کے لیے گھر سے نکلا اور راستے میں اس کی موت آگئی تو اس سے کچھ اعتراض نہیں کیا جائے گا اور نہ اس سے حساب لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کا طواف کرنے والوں کا ذکر فخر کے ساتھ کرتے ہیں۔

ایک حج کے بدلے تین جنتی

بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ایک حج (حج بدل) کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتے ہیں۔

۱۔ وہ شخص جس نے مرنے سے پہلے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کی ہے

۲۔ وہ وارث جس نے اس وصیت کے مطابق کسی کو حج کرایا ہے

۳۔ وہ شخص جس نے اس کی طرف سے حج کیا ہے

رحمت سے محروم

عبدالرزاق ابن ابی شیبہ، ابو یعلیٰ اور بیہقی حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہما سے روایت

بقیہ : عید قربان

میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس بات کا حکم ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں اے اللہ (یہ قربانی) تیری ہی توفیق سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے۔ ذبح کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اللہ بہت بڑا ہے۔

ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے!

اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد و خلیلک ابراہیم علیہما الصلاۃ والسلام۔

اے اللہ یہ قربانی میری طرف سے (یا فلاں کی طرف سے) قبول فرما جیسا کہ تو نے حبیب پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف سے قبول کیا۔

اگر کسی دوسرے کی جگہ قربانی کر رہا ہو تو "منی" کی جگہ اس کا نام لے اور من کہے۔ اگر کسی وجہ سے یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو ان کا مضمون اپنی زبان میں ادا کر دینا چاہیے۔ تین دن تک قربانی کی جا سکتی ہے۔ لیکن فضیلت پہلے دن کی ہے۔

ایام تشریق کی تکبیریں۔

ذالحجہ کی نویں تاریخ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک "ایام تشریق" کہلاتے ہیں۔ ان دنوں میں ہر فرض نماز با جماعت کے بعد یہ تکبیر آواز بلند پڑھنی چاہیے۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد ط

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون ہ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

ملک غلام حیدر ایم ۔ اے (اسلامیات) گولڈ میڈلسٹ

اسلام آج چودہ سو سال کا عرصہ گذارنے کے بعد بھی اپنی تابانی و دانائی کی جھلک اس انداز سے پیش کر رہا ہے ۔ کہ انسانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ تاجر ہو یا آجر، حاکم ہو یا محکوم، مالک ہو یا مملوک اس چمک اور دمک سے اپنی ہدایت کی راہ آسانی سے ڈھونڈھ سکتا ہے اور اس صراطِ مستقیم تک آسانی سے پہنچ سکتا ہے ۔ جس پر انسان کو خالقِ کائنات نے چلنے کا آرڈر دیا ہے ۔

اسلام نے انسانوں کو عقائد صحیحہ، اعمال حسنہ اور اخلاق عالیہ کو اپنانے کا جس انداز سے درس دیا ہے اقوام عالم کے مذاہب ایسی تعلیمات سے قاصر رہے ہیں ۔ یہ ایک ایسا عالیشان دین ہے جس میں مذہبیت، روحانیت، سیاست معاشرت، معیشت غرضیکہ ہر قسم کی تعلیم بدرجۂ اتم موجود ہے اور یہی اس کی اکملیت کی دلیل ہے ۔

اسلام کے مسائل میں سے ایک نظام عفت و عصمت بھی ہے جو انسانوں کی عزت نفس کا ضامن ہے ۔ اس نظام کے تحت مرد و عورت کے اختلاط، جنسی بے راہ روی، فحاشی اور عریانی کے چرچے، ننگی تصویروں کی نمائش وغیرہ ان تمام امور فاسدہ پر پابندی عائد کر دی گئی ہے ۔ بلکہ ان کے سدباب کی خاطر مرنے کو شہادت قرار دیا گیا ہے ۔ مَنْ قُتِلَ ... فَھُوَ شَہِیْد

اسلام کے اس نظام کا جب سے اُمت مسلمہ سے فقدان ہوا ہے اور تہذیب جدید کے نام سے مغربی تہذیب کے دلدادہ حضرات نے جس طرح اس نظام کو پامال کیا اس کا نتیجہ آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے ۔ نیشنل کالج آف آرٹس اور اس سے قبل پنجاب یونیورسٹی میں اور ان کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں میں جن کا شمار ناممکن ہے جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے وہ مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج کرنے اور ان کے لئے ایک تازیانۂ عبرت بننے کو کافی ہے ۔ لیکن اس جدید تہذیب کے شریف بدمعاش کو عبرت کیسے حاصل ہو جبکہ اس کی نگاہیں اسلام کی نورانیت دیکھنے سے محروم ہیں ۔

ایک وقت تھا کہ اسی اسلامی تقاضائے غیرت کے تحت محمد بن قاسمؒ کو ہند پر حملہ کرنے کی زحمت گوارا کرنا پڑی تھی ۔ معتصم باللہؒ کو روم کے بازار میں ایک مسلمان عورت کو تھپڑ مارنے کی وجہ سے روم پر چڑھائی کرنا پڑی ۔ لیکن آج کا مسلمان اپنی عزت کو اپنے ہی ہاتھوں تہذیب جدید کے نام پر پامال کئے جا رہا ہے ۔

مخلوط تعلیم بھی اسی نظام کا ایک حصہ ہے اس کی ممنوعیت کے دلائل قرآن و سنت کی روشنی میں حسب ذیل ہے ۔

۱۔ قرآن پاک نے زنا کے قرب پر پابندی عائد کی ہے ارشاد باری تعالےٰ ہے ۔ لاتقربوا الزنا (زنا کے قریب مت جاؤ) مخلوط تعلیم (CO-EDUCATION) اس برائی کی طرف راغب کرنے اور قریب لانے کا مؤثر ذریعہ ہے ۔ اس لئے کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط ہی دراصل قرب زنا کا باعث ہے ۔

۲۔ حدیث شریف میں آیا ہے ۔ اتقوا مواضع التھم (تہمتوں کے مقامات سے بچو) مخلوط تعلیم کے اداروں میں بمشکل ہی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی انسان متہم ہونے سے بچ جائے ۔ اس لئے یہ تہمتوں کی اشاعت کے ادارے ہیں ۔ یہاں شریف سے شریف انسان بھی مشکوک متصور ہوتا ہے ۔

۳۔ قرآن پاک میں آیا ہے جو لوگ پاکدامن، بے خبر مسلمان عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں وہ ملعون ہیں ۔ مخلوط

(باقی ۳۰ پر)

نئے فرقے کس طرح جنم لیتے ہیں؟

مودودی صاحب کی فرقہ سازی کی داستان

تحریر: امجد علی شاکر، بصیرپوری۔
ضلع ساہیوال

مولانا مودودی نے ۱۹۳۷ء میں ترجمان القرآن میں موجودہ سیاسی کشمکش کے بارے میں بعض مضامین رقم فرمائے بعدازاں یہ مضامین "مسلمان اور سیاسی کشمکش" کے عنوان سے شائع ہوئے۔ اس کتاب کے تین حصے تھے قیام پاکستان کے بعد فروری ۱۹۶۸ء میں مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش کے حصہ اول حصہ دوم اور مسئلہ قومیت کے تین ابواب کو جمع کر کے تحریک آزادیٔ ہند اور مسلمان حصہ اول کے نام سے بعض تراجم کے ساتھ شائع کیا گیا اس کتاب کا اپریل ۱۹۷۳ء کا ایڈیشن میرے سامنے ہے۔ ابتدا میں ۱۹ صفحات جناب خورشید احمد کے قلم سے بطور مقدمہ شامل ہے جس میں کتاب کا تعارف کرایا گیا ہے۔ حصہ اول ہم کہاں کھڑے ہیں؟ "تقدیم" کے عنوان سے مولانا مودودی کے قلم سے ۵ صفحے کا تعارفی مضمون ہے۔ غالباً یہ مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ اول کا پیش لفظ یا مقدمہ ہوگا۔ میں نے اس باب کا فکری انداز میں تجزیہ کیا ہے۔ اور اہلِ فکر کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس میں، میں نے مناظرانہ لب و لہجہ اختیار کرنے کی بجائے فکری اور نظری انداز اختیار کیا ہے۔ امید ہے کہ میری یہ گذارشات اہلِ فکر کے لئے مفید ثابت ہوں گی۔ مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف ہے اور میں توضیح کو احترام سے دیکھوں گا اور اپنی فکر میں ترمیم سے کبھی انکار نہ کروں گا۔ ابتدا میں ص۲۳ پر تمہید ہے جس میں غور و فکر کی اہمیت اور نظرِ بصیرت وا کرنے کی دعوت ہے اس صفحے کی آخری سطر سے مندرجہ ذیل پیراگراف کا آغاز ہوتا ہے۔

"تحریک خلافت کی ناکامی کے بعد سے پندرہ برس تک مسلمان جس انتشار فکر و عمل میں مبتلا رہے اس کو دیکھ کر دل خون ہوا جاتا تھا۔ مگر یہی خیال لب کشائی سے روکتا رہا کہ میدان میں مجھ سے زیادہ علم اور تجربہ اور قوت و اثر رکھنے والے موجود ہیں وہ کبھی نہ کبھی حالات کی اصل خرابی کو محسوس کریں گے اور اس کو رفع کرنے کے لئے متحد ہو کر وہ تدبیریں اختیار کریں گے جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کو اختیار کرنی چاہئیں۔ لیکن دن پر دن گزرتے چلے گئے اور یہ امید بر نہ آئی یہاں تک کہ وہ وقت آگیا جو ہندوستانی مسلمان کے لئے فیصلے کا آخری وقت ہے۔ دل کی آنکھوں نے صاف صاف دیکھ لیا کہ اب اگر اس قوم نے کوئی غلط قدم اٹھایا تو سیدھی ہلاکت کے گڑھے کی طرف جائے گی۔ اور اس کے ساتھ چشم دل ہی نے نہیں چشم سر نے بھی دیکھا کہ جن کی تدبیر و تدبر پر اس قوم کے مستقبل کا انحصار ہے وہ اب بھی حالات کو اس فراست کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں جسے فراست مومن کہا گیا ہے اور اس کوتاہی کی بنا پر ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کو مختلف راستوں کی طرف چلا رہے ہیں، جن میں سے کوئی بھی منزلِ نجات کی طرف نہیں جاتا"

اس تمام پیراگراف کی تحریر میں ایک جذبہ صاف اور واضح طور پر نظر آرہا ہے اور وہ ہے انا ولا غیری کا جذبہ و خیال۔ یعنی کوئی بھی شخص حالات کی صحیح تفہیم نہ کر سکا، کسی نے بھی حالات کا صحیح رُخ نہ دیکھا، کسی کے پاس بھی فراست مومن نہیں ہے یا اس نے وہ فراست استعمال نہیں کی۔ پوری قوم گمراہی کی راہوں میں گم ہو گئی، راہِ ہدایت سے ہر شخص بھٹک چکا۔ جب انا ولا غیری کا داعیہ ذہن میں سما جائے تو اس وقت وہ شخص ہر دوسرے کی رائے پر اپنی رائے کو ترجیح دے گا اور جب ہر شخص گمراہی کی راہوں پر گامزن ہے تو وہ ہر بات نئی کرے گا۔ گویا اس کے نزدیک اہلِ حق کے وارث ختم ہو چکے، صداقت کے علمبرداروں کا سلسلہ منقطع ہوگا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ موجود اہلِ حق کے طریقے

اس قدر مکمل نہ ہوں کہ اس سے منزل کا راستہ قریب نہ ہو جائے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اہلِ حق کا گروہ بالکل ہی موجود نہ ہو جو راہِ صواب پر چل رہا ہو اور قوم کو اس پر چلنے کی نصیحت کر رہا ہو۔ ہر دور میں اہلِ حق کی وراثت اہلِ حق کو منتقل ہوتی رہی ہے۔ اور جو شخص حرف آغاز سے ہی اس بات کا انکار کر دے اس سے یہ ہرگز ممکن نہیں کہ وہ اکابر و اسلاف سے متوارث دین کا ترجمان ہو وہ لامحالہ اپنے ذہن کی اوپج کو اولیت دے گا اپنی سوچ کو ہر دوسری سوچ پر فوقیت دے گا۔ کیونکہ اس کے ذہن میں ہر دوسرا غلط لائن پر ہے۔ مولانا مودودی بھی ہر راہنما کو راہِ صواب سے برگشتہ اور ہدایت کی راہوں سے بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ متفکر اسلام بن کر نئے سرے سے مسلمانوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ ”اب دین و ملت کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے عوام اور خواص، علماء اور زعما سب کو ان حقیقی خطرات کی توجہ دلائی جائے جو مسلم قوم ہونے کی حیثیت سے ہمیں درپیش ہیں اور اس کے ساتھ انہیں یہ بھی یاد دلایا جائے کہ تمہارے لئے ہدایت کا اصلی سرچشمہ خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سیرت پاک ہے (کیا باقی سب یہ راہ بھول چکے ہیں؟ ناقل) جسے چھوڑ کر محض اپنی فکر و تدبیر پر اعتماد کر لینا ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔“ ص۳۳

اس بحث سے واضح ہو گیا کہ اب مولانا مودودی اسلام کو نئے سرے سے زندہ کرنے کا پروگرام لے کر اٹھے ہیں اور وہی ایک ہیں جو صحیح اسلامی فکر پیش کرنے والے ہیں جس کی وضاحت ذیل کے پیراگراف سے مزید معلوم ہو جائے گی ”میرا نقطۂ نظر“ کے عنوان سے ص۳۴ کی نچلی سطور سے شروع کرتے ہیں:

”میں نے ان مضامین میں اسلامی ہند کی گذشتہ تاریخ اور موجودہ حالت پر محض ایک مؤرخ یا سیاسی آدمی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے نظر ڈالی ہے اس لئے بہت ممکن ہے کہ ایک خالص تاریخی یا سیاسی یا معاشی نظر رکھنے والے آدمی کو میرے بیان سے اختلاف ہو لیکن میں یہ گمان نہیں کرتا کہ جو شخص میری طرح ایک مسلمان کی نظر سے حالات کو دیکھے گا اسے میرے بیان سے اختلاف ہوگا۔“

غور کیجئے کہ مولانا یہاں کس حیثیت سے خطاب کر رہے ہیں۔ ایک مفکر کی حیثیت سے یا معلم کی حیثیت سے ایک فقیہ کی حیثیت سے یا خطیب کی حیثیت سے ایک مصلح کی حیثیت سے یا لیڈر کی حیثیت سے نہیں نہیں کیونکہ ان میں سے ہر شخص سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ اختلاف کے امکان کا گمان وہی نہیں کر سکتا جو پیغمبر کی حیثیت سے مخاطب ہو۔ واضح بات ہے کہ مولانا نے اپنے آپ کو بہت ہی بلند سطح پر فائز کر رکھا ہے کہ جس سے اختلاف ممکن نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انا ولا غیری کا جذبہ پوری طرح ان کے ذہن پر تسلط جما چکا ہے، پہلے ہی مولانا کا نقطۂ نظر واضح ہو چکا اور جس شخص کے نزدیک پہلے حق ختم ہو چکا ہو تو اگر وہ حق کا علمبردار بن کر سامنے آئے گا تو لازمی طور پر اسے اپنے آپ کو اتنے ہی بلند مقام سے خطاب کرنا ہوگا۔

جس شخص کے دماغ کے نہاں خانہ میں یہ جذبہ پوشیدہ ہو کہ ان کے سوا ہر شخص کی سوچ باطل ہے تو وہ اپنے آپ کو دیگر لوگوں سے بالاتر سمجھے گا اور اپنی غلط باتوں کو دوسروں کی صحیح باتوں سے بھی درست۔ ایسے لوگ دوسرے تمام لوگوں کو اہلِ باطل سمجھیں گے اور ان کو مٹانے کے لئے کیا کچھ نہ کریں گے۔

ص۳۵ کے آخر میں وہ اپنے بلند مقام سے ذرا نیچے آگئے ہیں اور ان لوگوں کو جو انہی کی طرح مسلمان ہوں، دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان کی بات کو دلیل و حجت سے غلط ثابت کریں تو وہ اپنے خیالات کی اصلاح کر لیں گے۔ مگر جلد ہی یہ مغالطہ دور ہو جاتا ہے کہ جب وہ اپنے مقاصد سے متفق مگر خیالات کے مخالف لوگوں کی تحریروں کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں۔ ”ان کی تنقیدوں کو دیکھ کر میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ آخر انہیں اختلاف کس چیز سے ہے“

دیکھ لیا مخالف کی مخالفت کا بے وقعتی سے دیکھنا اور مخالف بھی وہ جو صرف طریقِ کار میں ان سے مخالف ہے ان کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ”پوری طرح اس کے خیالات کو پڑھنے یا سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور تنقید لکھنی شروع کر دیتے ہیں“ ص۳۶ پھر مخالفین کے متعلق یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

”اس سے معلوم ہوا کہ اگر انہوں نے ان مضامین کو پڑھا بھی ہے تو دل کے دروازوں کو بند کر کے پڑھا ہے۔“

اس سے معلوم ہو گیا کہ مولانا نے جو غور و فکر کی دعوت

۱؎ تفصیل کے لئے علامہ خالد محمود کا ”ہمیں بڑے مسلمان“ پر پیش لفظ ملاحظہ فرمائیے۔

دی تھی وہ ایک مغالطہ تھا یا فریب ورنہ وہ مخالفین کی اس طرح تحقیر نہ کرتے بھلا اس قدر بلند منصب پر فائز شخص اپنے سے فروتر شخص کی بات پر کیونکر غور کر سکتا ہے جس کے گمان میں بھی نہیں کہ کوئی اس کی مخالفت کرے اس کی بات تو اتنی یقینی ہے کہ وحی الٰہی ہی اس کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ عام آدمی کی بات نہیں اب مولانا مودودی دعوت دیتے ہیں کہ آئیے راہ مقصود معین کریں وہ کیسے ہو گی لکھتے ہیں۔

"آپ قدم اٹھانے سے پہلے اپنی منزل مقصود معین کر لیں اور اس منزل کی طرف جانے کے لئے وہ راستہ معلوم کریں جو یقیناً صحیح ہو جس کی صحت اتنی ہی یقینی ہو جتنی ہدایت ربانی کی صحت یقینی ہے۔"

بھلا اتنا بڑا دعویٰ کبھی کسی نے کیا ہے جو مولانا کر رہے ہیں کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اتنے بلند منصب پر فائز ہو کر بات کر رہے ہیں کہ پیغمبر کا منصب ہی اتنا بلند ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا نہیں اس راہ کے تعین کے لئے مولانا اپنی فکر کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں کہ "جویائے حق بن کر اس کی معروضات کا مطالعہ کریں اور دوران مطالعہ میں صواب کو خطا سے تمیز کرتے چلے جائیں جو کچھ صواب نظر آئے اسے قبول کر لیں اور جس چیز میں خطا پائیں اس کے متعلق واضح طور پر بتائیں کہ اسے کس بنا پر آپ خطا سمجھتے ہیں۔ آیا وہ کتاب اللہ کے خلاف ہے سنت رسول اللہ کے خلاف ہے عقل کے خلاف ہے یا کسی اور چیز کے خلاف جو تمیز حق و باطل کی کی معیار ہو اور نیک نیتی سے مباحثہ کر کے ہم سب ایک نتیجہ پر پہنچ سکیں گے یا اگر اختلاف باقی بھی رہا تو کم از کم غلط فہمیاں باقی نہ رہیں گی"۔ صد ۳۶، ۳۷

اب بھلا سوچیے تو سہی کہ اتنے بلند مقام پر فائز ہو کر خطاب کرنے والے شخص سے کون اختلاف کرے۔ اور اگر کوئی اختلاف کرے گا تو اس کے اختلاف کی حیثیت مولانا کے نزدیک گھٹیا پوچ اور سطحی ہو گی جس کا ثبوت تو وہ صد ۳۶ میں دے چکے ہیں جس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے یہی وجہ ہے آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ اور دیگر اکابر علمائے حق کے اختلافات اور اعتراضات

کو بھی بے حیثیت جانا حالانکہ اگر ان اکابر کے علم کا جزو بھی نکالا جائے تب بھی وہ مولانا مودودی کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہو گا۔ مگر مولانا نے ان کے اعتراضات کو بے وقعت جانا تو اس لئے کہ خود کو انتہائی بلند مقام پر فائز سمجھا۔ اسی لئے نصب نام ٹھہرا مولانا مودودی سے اختلاف کا بدگمانی نام ٹھہری مولانا کی تحریر پر ذرا سے اعتراض کا ..... اتنے بلند مقام پر فائز ہو کر جب کوئی شخص سامنے آتا ہے تو ایک نیا فرقہ بنتا ہے ایک نیا مگر ہر گروہ کا مخالف گروہ منظم کرتا ہے لیکن یہاں مولانا گروہ بندی سے کس طرح محترز نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"میں گروہ بندی سے ہمیشہ دامن کش رہا ہوں اور مجھے فطرتاً اس چیز سے نفرت ہے"۔ مگر خود ہی ایک الگ فرقہ بنا لیا اب اپنا مقصد بیان فرماتے ہیں۔

"میرا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان کے تمام گروہ اپنے احزابی تعصبات سے دل کو پاک کر کے خالص اسلامی نظریے اپنی قوم اور ہندوستان کے موجودہ حالات کو دیکھیں اور اسلامی ذہنیت کے ساتھ اپنے لئے راہ نجات تلاش کریں"۔

مگر جب تمام لوگوں کو اہل باطل بنا دیا۔ حالانکہ ان میں اہل حق بھی تھے تو احزابی تعصب تو خود پیدا کیا اور جب ان کے مقابلہ میں ایک صالح جماعت بنا کر ان سب سے جنگ چھیڑ لی تو احزابی تعصب کی گرد سے اپنے ہی دلوں کے آئینے مکدر کر لئے۔ اس صورت میں اسلامی نقطہ نظر وہ ہو گیا جو نقطہ نظر مولانا مودودی کا تھا اور ہے۔ اس طرح مولانا نے اسلام کے نام پر جو فکر پیش کی اس میں ذہن کی سوچ کو افضل اور اولیٰ جانا اور ہر دوسرے گروہ کو باطل، جس کا انجام سامنے کہ بجائے اس کے کہ وہ نجات تلاش کرتے، انہوں نے مزید گروہی اور فروعی مسائل میں قوم کو الجھا دیا اور دعویٰ بغیر دلیل کے بیکار گیا۔ ؎

یوں تو سب ہی نے کیا پیمانہ کا دعویٰ لیکن
کوئی فرہاد بڑھے کوہ گراں تک پہنچے

چنیوٹ میں خدام الدین کا تازہ پرچہ جناب حافظ شیر زمان صاحب سے حاصل کریں۔

آدابِ ملاقات

اسلام کی نظر میں

نور احمد چشتی اردو ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ۲۲۴ گ ب کھوڑ، تحصیل جڑانوالہ

اسلام سے پہلے سلام کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ مالدار، چوہدری اور سردار قسم کے لوگ اپنی آؤ بھگت اور خوشامد کرواتے تھے۔ جس کے مظاہرے کی مختلف صورتیں تھیں۔ حتیٰ کہ تعظیمی سجدہ تک کرواتے تھے اور قسما قسم کے غیر مشروع اور مشرکانہ طریقے رائج تھے۔ یہی لوگ ملاقات کے وقت جواب میں کبھی مسکرا دیتے تھے۔ کبھی حال احوال پوچھنے پر اکتفاء کرتے تھے اور کبھی جواب دینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔ کبھی کبھار برابر کے لوگوں کو انہی دعائیہ کلمات کے ساتھ جواب دیتے تھے۔ غرضیکہ ہر قوم و ملّت میں ملاقات کے وقت دعائیہ کلمات کہنے کا رواج تھا۔ اور ہر قوم و ملت نے اپنے اپنے دعائیہ کلمات وضع کر رکھے تھے، جو کسی نہ کسی طرح اُدھورے اور نامکمل تھے۔ مثلاً۔

ہندو

یہ ایک قدیمی فرقہ ہے اور ویدک پُران عامل ہے۔ ان میں ملاقات کے وقت "جے رام" اور جواب میں "جے سیتا رام" کہنے کا رواج ہے۔ اس کا معنیٰ رام زندہ باد۔ سیتا زندہ باد کے ہیں کئی ہزار سال گزر گئے کہ رام اور اس کی بیوی سیتا دونوں، فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن اب ان دونوں کے حق میں زندہ باد کا نعرہ لگانے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

سکھ

یہ لوگ بھی ملاقات کے وقت "ست سری اکال" اور جواب میں بھی "ست سری اکال" کہتے ہیں۔ ست کا معنیٰ سچا، سری کا معنیٰ بزرگ، اکال کے معنیٰ خدا کے ہیں۔ یعنی سچا خدا بزرگ ہے۔ ان دعائیہ کلمات میں خدا کا ذکر اور تعریف ضرور ہے، لیکن اس میں کہنے اور سننے والے کے لئے دُعا وغیرہ نہیں ہے۔

عیسائی

یہ قوم دنیا میں بکثرت موجود ہے اور یہ قوم اپنے آپ کو مہذب بھی تصور کرتی ہے۔ لیکن ان کا طریقہ سلام بھی نامکمل، لغو، بیہودہ اور لچر قسم کا ہے۔ کیونکہ ہر وقت کے سلام کے الفاظ الگ الگ ہیں۔ صبح کے سلام کے الفاظ اور ہیں اور دوپہر کے وقت کے اور۔ شام کے الفاظ کچھ اور ہیں اور رات کے وقت کے اور گویا ہر وقت کے سلام کے الفاظ الگ الگ ہیں مثلاً صبح سویرے کا سلام۔ گڈ مارننگ (GOOD MORNING) صبح بخیر

دوپہر کا سلام (گڈ نون) (GOOD NOON) دوپہر بخیر

دوپہر کے بعد کا سلام (گڈ آفٹر نون) (GOOD AFTERNOON) دوپہر کے بعد کا حصّہ بخیر۔

شام کے وقت کا سلام (گڈ ایوننگ) (GOOD EVENING) شام بخیر

رات کا سلام (گڈ نائیٹ)، (GOOD NIGHT) رات بخیر

الوداعی سلام (گڈ بائی)، (GOOD BYE) خدا حافظ

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ (۱) ہر وقت کے سلام کے اتنے زیادہ جملے یاد رکھنا مشکل ہے (۲) ہر وقت کے مناسب سلام کے الفاظ کا یاد رکھنا دماغ پر بوجھ ہے (۳) یہ سب کلمات تسلی بخش معنیٰ نہیں دیتے۔

پٹھان

یہ ایک باعزت اور باوقار قوم ہے۔ پٹھانوں کا اسلامی سلام کے علاوہ ایک اپنا قومی سلام بھی ہے۔ جو اب بھی ملاقات کے وقت استعمال کرتے ہیں اور یہ ایک دلچسپ سلام ہے۔ مثلاً (ستڑا مہ شے) جواب میں (خوار مہ شے) اور (پخیر راغلے) معنیٰ آرام کی بھر مار

دنیا میں تر و تازہ رہنا ۔ ناظرین کو معلوم ہے ۔ چاہیئے کہ پٹھان ایک تجارت پیشہ قوم ہے ۔ بلند ہمت اور جری قوم ہے یہ عموماً سفر میں ہی رہتی ہے ۔ ایک شاعر نے شاید ان کے متعلق ہی کہا ہے ؎

ہر صبح سفر ہر شام سفر ۔ اس زندگی کا انجام سفر

کابل سے لے کر راس کماری تک اور غزنی سے لے کر خراساں تک گویا یہ دنیا بھر کے مسافر ہیں اور دنیا کی فاتح اقوام میں ان کا مقام بہت بلند ہے ۔ کیونکہ یہ نسلاً و نسبتاً سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ۔ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں افغانستان میں اسلام کا نور پھیلا اور خلافتِ ثالثہ میں یعنی عثمانیؓ دور میں سارے کے سارے افغانیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ۔ تب سے لے کر افغان آزاد اور حر چلے آ رہے ہیں ۔ بہرحال پٹھان چونکہ ہمیشہ سفر میں رہتا ہے ۔ اور ان کی ولادت و وفات اور دیگر زندگی سفر میں ہی گزرتی ہے ۔ اس لیئے ان کا طریقہ ان کے حال کے تو مناسب ہے ۔

عرب عرب میں اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت انعم اللہ بک صباحا یا انعم اللہ بک عینا صباح بخیر (یعنی اللہ تمہاری صبح ٹھنڈی کرے اور اللہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور صبح خیریت سے ہو) کہنے کا رواج تھا ۔ عرب شعراء اپنے قصیدوں میں بھی ان کلمات کو نظم کرتے تھے ۔ جیسے ایک مشہور شاعر کا ایک شعر ہے

فلما عرفت الدار قلت لربعیہا

الا انعم صباحا ایہا الرابع مسلم

ترجمہ :۔ جب میں نے اپنے ممدوح کا گھر پہچان لیا تو میں نے اسے دعا دیتے ہوئے اور سلام کرتے ہوئے یہ کہا ۔ طاب عیشک فی صباحک وسلمت ۔ تیری صبح بخیر ہو اور ہر قسم کے خطرے میں محفوظ رہے ۔ الغرض ہر قوم و ملت میں ملاقات کے وقت اپنے اپنے قومی سلام کے کلمات کہنے کا رواج تھا ۔ لیکن اسلام نے ان سب سلاموں کی بجائے " السلام علیکم " کا کلمہ تجویز فرمایا اور کلمہ بھی ایسا منتخب فرمایا جو خود اسلام کے مصدر سے مشتق ہے ۔ اور جس کے معنیٰ بھی امن و سلامتی کے ہیں ۔ یہ ایسا کلمہ ہے جس میں جسمانی و روحانی ، اندرونی و بیرونی ، اجتماعی و انفرادی ، معاشرتی ، گویا ہر طرح کی صلح و سلامتی اور امن و امان کا مفہوم پایا جاتا ہے اور ایک قول میں کہا گیا ہے ۔

قیل السلام واسم من اسماء اللہ تعالیٰ ۔ یعنی السلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے ۔ جب ہم کسی کو السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کا یہ معنیٰ ہوتا ہے کہ تم جسمانی و روحانی اور ذہنی طور پر عافیت سے رہو ، کیونکہ السلام علیکم کے اندر جو وسعت اور جامعیت ہے ۔ اس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب کے سلام میں نہیں ملتی ، اور نہ ہی دنیا کی کسی قوم کے آداب بجالانے کا طریقہ مسلمانوں کے سلام کا مقابلہ کر سکتا ہے ۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ " تمہارے اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی نیکی ہے " ۔ اسلام ایک دینِ فطرت ہے اور اسلام اپنے بھائی سے ترش روئی سے پیش ہونے والے کو غیر فطری اور غیر طبعی قرار دیتا ہے ۔ پھر خاص کر اس زندہ اور خوبصورت کائنات میں جہاں پرندے چہچہاتے ہوں اور پودے لہلہاتے ہوں اور سرسبز و شاداب وادیاں اور اس سطح زمین پر اُبلتے چشمے ہوں ، ان میں ایک سوکھا پھیکا اور بجھا ہوا چہرہ لے کر اپنے بھائی کے پاس جائے اور ملے تو نہایت ہی افسوس کی بات ہے جس طرح اس کائنات کی خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر انسان خوش ہوتا ہے ، اسی طرح اپنے بھائی سے خوش و خرم اور خندہ پیشانی سے ملے ۔

حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکراتے ہوئے چہرے کا نہیں دیکھا ۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنے بھائی کے مسکراتا ہوا چہرہ لے کر جائیں ۔ حضرت عبداللہ بن [illegible] العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپؐ سے [illegible] کیا ۔ ای الاسلام خیر ؟ کہ اسلام میں کون سی بات [illegible] ہے ؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور سلام کر [illegible] کسی سے پہچان ہو یا نہ ہو ۔ اس حدیث سے وا[illegible] ہے کہ تمام مسلمانوں کو سلام کرنا ضروری ہے خواہ ایک دوسرے سے متعارف ہوں یا نہ ہوں ۔

ہمارا یہ حال ہے کہ آشنا کو تو سلام کرتے ہیں نا آشنا کو سلام کرنا گوارہ نہیں کرتے ۔ حضرت ابوہریرہ[illegible]

روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب تک تم ایمان نہ لاؤگے بہشت میں داخل نہ ہوں گے اور جب تک تم آپس میں محبت نہ کروگے تمہارا ایمان (کامل) نہ ہوگا کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں ؟ جس کے کرنے سے تم باہم محبت کرنے لگو۔ وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو عام کرو، اور سلام کو کرنے کے صلے کے متعلق حضرت ابو یوسف عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! سلام کو رائج کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور نماز ایسے وقت پر پڑھو کہ لوگ سورہے ہوں (یعنی تہجد) تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوگے۔ تو اتنے بڑے وعدے کو ہرگز چھوڑنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

کیفیت سلام

سلام کرنے والے کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ وہ السلام علیکم جمع کی ضمیر کے ساتھ کہے۔ اگر کسی نے زیادہ ثواب لینا ہو تو ورحمۃ اللہ کا لفظ بڑھاکر کہے اور اگر کسی نے اس سے بھی زیادہ ثواب حاصل کرنا ہو تو اس کے آگے وبرکاتہ کا لفظ بڑھاکر کہے اور جواب دینے والے کے لیے بھی یہی صورت ہے۔ لیکن جواب دینے وقت شروع میں واؤ لگاکر جواب دے۔ یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرت عمران ابن الحصینؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور السلام علیکم کہا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا پھر وہ آدمی بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا "عشر" یعنی اس کو دس نیکیاں ملیں۔ پھر دوسرا آدمی حاضر ہوا اور اس نے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دے کر فرمایا "عشرون" یعنی اس کو بیس نیکیاں ملیں۔ تیسرا آدمی حاضر ہوا، اس نے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہا اور آپؐ نے جواب دے کر فرمایا "ثلاثون" یعنی اس کو تیس نیکیاں ملیں۔ اس سے آگے کسی لفظ کا اضافہ نہ کیا۔ معلوم ہوا کہ مسنون سلام اتنا ہی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہوکر مکمل سلام کے ساتھ چوتھے جملے (مغفرتہ) کا اضافہ کرکے کہا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ بس بھائی مسنون سلام برکاتہ تک ختم ہوچکا ہے۔ اس پر زیادتی بدعت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر کوئی شخص کہتا تو آپؐ جواب میں ورحمۃ اللہ کا لفظ بڑھا دیتے تھے۔ اگر کہنے والے نے دونوں جملے کہہ دیئے تو آپؐ جواب میں تیسرے جملے کو شامل کرلیتے تھے۔ اور اگر کہنے والا پورا سلام کہہ دیتا تو آپؐ بھی جواب میں پورا سلام یعنی تینوں جملے ارشاد فرمادیتے اس پر کچھ نہ بڑھاتے۔ معلوم ہوا مسنون سلام اتنا ہی ہے۔ ہمارے ہاں! زمانہ موجودہ میں ایک عجیب سا رواج چل نکلا ہے کہ سلام کے جواب میں سلام ہی کہہ دیتے ہیں یعنی ایک نے السلام علیکم کہا تو دوسرے نے بھی السلام علیکم کہہ دیا، یا مکرر کہہ دیا تو سلام کے انہی الفاظ کو دھرا دینے سے سلام کا جواب نہیں ہوا، بلکہ وہ برابر سلام کا جواب دینا ہے۔ تو اس صورت میں جس نے سلام کے الفاظ بعد میں لوٹائے ہیں، اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے سلام کا جواب دینا محض چند الفاظ کا تبادلہ نہیں بلکہ یہ ان دلی جذبات کا اظہار ہے۔ جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اپنے سینے میں رکھتا ہے اور بعض حضرات سلام کا جواب دینے کے لئے ہونٹوں کو جنبش دینا بھی گوارا نہیں کرتے۔ کالجوں، یونیورسٹیوں کے بعض اساتذہ کو دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی طالب علم ان کو سلام کرے تو وہ گردن کو ذرا سا جھٹک دیتے ہیں، زبان سے جواب دینا توہین سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ عمل غیر اسلامی ہے، ہرگز لائق تحسین نہیں، اور سلام کا جواب واجب رہے گا، جب تک جواب نہ دیں گے اترے گا نہیں۔ سلام کہنے کے لئے نہ تو شناسا، غیر شناسا کی تخصیص ہے اور نہ ہی بڑے چھوٹے کی تمیز ہے۔ البتہ اصول تمدن کے لحاظ سے یہ ہدایت کی گئی کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور سوار پیادے کو، کھڑا بیٹھنے والے کو، چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سلام کہنے میں پہل کرنے والا خدا کے ہاں پسندیدہ ہے"۔ سلام اور اس کا جواب دونوں کو بلند آواز سے کہنا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص دور بیٹھے ہوئے کو سلام کہنا چاہے تو زبان سے سلام کہہ کر پھر ہاتھ سے اشارہ کرے۔ یہی طریقہ جواب دیتے ہوئے

استعمال کرے۔ صرف ہاتھ سے اشارہ کر دینے سے سلام نہیں ہوتا۔

مسئلہ بعض حضرات خط یا رقعہ میں سلام مسنون یا تسلیمات کا لفظ لکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ الفاظ کہیں ثابت نہیں اور گرائمر کی رو سے بھی غلط ہیں، بلکہ صاف الفاظ میں "السلام علیکم" لکھنا چاہیئے۔ ہاں! جب کوئی خط یا رقعہ بدعتی یا غیر مسلم (عیسائی، ہندو، سکھ، پرویزی چکڑالوی، رافضی اور مرزائی وغیرہ) کو لکھنا ہو تو پھر یہ لکھے۔ سلام علٰی من اتبع الہدیٰ۔

جہاں سلام کہنا مکروہ ہے جو کھانا کھا رہا ہو نیا دین ایجاد کرنے والے کو، جھوٹ بولنے والے کو، بیہودہ گوگو، گالی گلوچ نکالنے والے کو، ٹٹی یا پیشاب کرنے والے، نہر یا تالاب یا حمام میں ننگے نہانے والے کو، اس استاد کو جو پڑھا رہا ہو، وضو کرنے والے کو، قرآن پڑھنے والے کو، نماز پڑھنے والے کو، اذان یا تکبیر والے کو، جمعہ یا عیدین کے خطبہ کے وقت، سونے یا اونگھنے والے کو، اس آدمی کو جو کسی گناہ میں مشغول ہو، مثلاً داڑھی منڈوانے والے کو، بھنگ یا چرس پیتے وقت، نامحرم عورت کو سلام کہنا مکروہ ہے۔ لیکن پاکستانی تمدن میں عورتوں سے مصافحہ تک کیا جاتا ہے۔ مزید براں اونچے طبقے کے لوگوں نے بوسہ کو بھی تکمیل ملاقات کا جزو اعظم بنا لیا ہے، جو شرعاً جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی جگہ مسلم اور غیر مسلم ملے جلے بیٹھے ہوں، تو سلام کہتے وقت مسلمانوں کی نیت کرے۔

مسئلہ: کسی مرتد کو سلام نہ کہے اور نہ ہی اس کے سلام کا جواب دے۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے سلام کہنا یا اس کا جواب دینا پڑے تو "السام علیکم وعلیکم السام" کہے یعنی سلام کے لام کو گرا کر کہے۔

ملاقات کے وقت کھڑا ہونا قابل احترام شخص کے لئے جوش عقیدت اور فرط محبت میں کھڑا ہونا حدیث میں مذکور ہے۔ جب حضرت فاطمہؓ آپؐ کی خدمت میں آتیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اور جب کبھی آپؐ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور آپؐ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ اس سے معلوم ہوا قابلِ احترام شخص کے لئے کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

جب کسی کو سلام پہنچایا جائے جب کسی کو سلام پہنچایا جائے تو اس کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنا چاہیئے۔ یا علیک وعلیہ السلام کہے۔ یعنی تو بھی اور وہ بھی سلامت رہے۔

مصافحہ کی حقیقت ایک دوسرے سے اس طرح ہاتھ ملا کر داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے شخص کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی سے مل جائے۔ شریعت میں اس کو مصافحہ کہتے ہیں اسلام نے محبت کا اظہار کرنے کے لئے ملاقات میں سلام کے علاوہ ہاتھ ملانے کو سنت قرار دیا ہے۔ دونوں ہاتھ ملانے سے محبت کا زیادہ اظہار ہوتا ہے۔ لیکن عورت سے مرد کا مصافحہ کرنا ممنوع ہے مصافحہ کرنے کی ترغیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ فرمائی ہے۔ "تمام تحیتکم بینکم المصافحۃ" مسلمان کا اپنے بھائی کو پوچھنا یہ ہے کہ اس سے مصافحہ کیا جائے۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں مصافحہ کا رواج تھا؟ کہا ہاں! (بخاری)

مصافحے کا ثواب حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں پھر مصافحہ کرتے ہیں تو وہ جدا ہونے سے قبل ہی بخشش دیے جاتے ہیں"۔ (ابوداؤد) حضرت ایوب بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تم لوگوں سے ملاقات کرتے تھے تو کیا مصافحہ بھی کرتے تھے؟ میں نے کہا کہ میں نے جب بھی آپؐ سے ملاقات کی تو آپؐ نے مجھ سے ضرور مصافحہ کیا۔ حضرت انسؓ نے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم سے کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکے؟ آپؐ

نے فرمایا "نہیں"۔ اس شخص نے پھر عرض کی، کیا اس سے چمٹ جائے اور اسے چومے؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں" پھر عرض کی! کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے جھکنا یا ہاتھ چومنا جائز نہیں۔

بقیہ : مخلوط تعلیم

اداروں میں ایسی تہمتیں بکثرت لگائی جاتی ہیں۔

۴۔ قرآن و سنت میں اخلاق عالیہ اختیار کرنے اور اخلاق رذیلہ ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن مخلوط اداروں میں اخلاقی قدروں کو پامال کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ کسی پر تہمت لگانا، زناکاری میں ملوث ہونا، کسی کی ماں بہن پر آوازے کسنا یہ اخلاق رذیلہ کا حصہ ہیں جن کا مظاہرہ ان اداروں میں عام ہے۔

۵۔ اسلام نے طلاق کو حتی الوسع منع کیا ہے۔ مخلوط اداروں میں نوجوان وقتی جوش سے والدین کی مرضی کے خلاف شادی یعنی (LOVE MARRIAGE) کرتے ہیں جو زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکتی جس کی وجہ سے نوبت طلاق تک پہنچتی ہے اور اس طرح وہ خدا کا ازلی دشمن جس کا نام شیطان ہے خوشی اور مسرت کے ڈنکے بجاتا ہے۔

۶۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو والدین حصول تعلیم کے لئے بھیجتے ہیں۔ لیکن وہاں لڑکے لڑکیوں کو پھنسانے پر اپنے قیمتی اوقات کو ضائع کرتے ہیں اور وقت کا ضیاع شریعت میں جائز نہیں۔

۷۔ ایسے اداروں میں نوجوان لڑکیاں انتہائی فیشن ایبل لباس پہن کر آتی ہے۔ جس کا اثر نوجوان لڑکوں پر ازحد ہوتا ہے اور نوجوانوں کی صحت کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور آنکھ کی حفاظت ناممکن ہو جاتی ہے۔

۸۔ قرآن پاک نے عورت کو آواز بلند کرنے اور ہنس کر بات کرنے سے منع کیا ہے۔ مخلوط اداروں میں ایسی پابندی مشکل ہوتی ہے۔

۹۔ ایسے مخلوط اداروں میں لڑکے لڑکیوں کو پھنسانے کیلئے مال بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں مال ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۱۰۔ قرآن کی رو سے عورت کو حکم ہے کہ وہ پردے میں رہے۔ مخلوط اداروں میں پردے کی پابندی ہر حال میں ناممکن ہے۔

ان وجوہات کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ارباب حکومت سے گذارش ہے کہ وہ مخلوط تعلیم کو یکسر ختم کر کے لڑکیوں کے لئے ضرورت کی حد تک علیحدہ تعلیمی اداروں کا انتظام کرے تاکہ مسلمان قوم جس بے غیرتی کا شکار ہو رہی ہے، اس سے نجات پا سکے۔

بقیہ : حج بیت اللہ

کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے ارشاد فرماتے ہیں وہ شخص جس کو میں نے تندرستی عطا کی ہے اور مال میں وسعت بخشی ہے اگر پانچ سال اسی طرح گذار دے کہ میرے گھر کا قصد نہ کرے (یعنی حج فرض ادا نہ کرے) تو وہ میری رحمت سے محروم ہو گا۔

بدن اور مال کی مشقت

ابن ابی شیبہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز اور روزہ بدن کو مشقت میں ڈالتے ہیں اور مال کی مشقت میں نہیں ڈالتے زکوٰۃ اور صدقہ مال کی مشقت میں ڈالتے ہیں۔ بدن کی مشقت میں مبتلا نہیں کرتے۔ لیکن حج ایک ایسا عمل ہے جس میں بدن اور مال دونوں کی مشقت ہے۔

اظہار تشکر

میرے والد محترم جناب ماسٹر عبدالرحمن صاحب لودھیانویؒ پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ کی وفات حسرت آیات پہ جن بزرگوں، دوستوں اور رشتہ داروں نے تعزیتی خطوط ارسال فرمائے ہیں ان کو فرداً فرداً جواب سے قاصر ہوں۔ بذریعہ رسالہ خدام الدین تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ماسٹر سعید الرحمن ابن ماسٹر عبدالرحمن مرحوم

دانت اکھاڑنے کی کوئی ضرورت نہیں! "میری ڈاڑھ میں سخت درد تھا۔ ڈاکٹر سید اختر حسین صاحب ہومیوپیتھ (چوبی منڈی لاہور) کی دوا کھانے سے فوراً آرام ہوا۔ بیشک ڈاکٹر اختر حسین کی ہومیوپیتھک دواؤں کی موجودگی میں دانت اکھاڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" (شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری مرحوم و مغفور)

مولانا عبید اللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پریمیئر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

مرسلہ: ماسٹر عبدالرحمٰن لودھیانوی مرحوم

قرآن کیا ہے؟

ملخّص: از تفسیر حضرت مولانا شبّیر احمد عثمانی رح

مقصدِ قرآن

قرآن کریم ایک بڑی مقدس اور معزز کتاب ہے جو رب العالمین نے عالم کی ہدایت اور تربیت کے لیے اُتاری اس کتاب کے اُتارنے کا مقصد بھی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے ہوں بادشاہ ہوں یا رعایا سب کو جہالت و اوہام کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نکال کر معرفت و بصیرت، ایمان و ایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا کا بنایا ہوا راستہ اس کے مقامِ رضا تک پہنچانے والا ہے۔ جو لوگ ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد کفر و شرک، جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے نہ نکلیں ان کو آخرت اور دنیا میں سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبتوں کا سامنا کرنا ہے۔

تاثیرِ قرآن

قرآن کریم دل کی قساوت دُور کرنے کا بڑا قوی نسخہ ہے اور دل میں روشنی کرنے کے لیے نہایت روشن شمع ہے اس کے پڑھنے سے دل پر خوف طاری ہوتا ہے۔ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی سے دل نرم ہوتا ہے۔ اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ پڑھنے والا خدا سے ہمکلام ہوتا ہے۔ جلال کے مشاہدہ سے خوف اور جمال کے مشاہدہ سے سکون پیدا ہوتا ہے۔ معرفتِ ربّانی اور رُشد و اصلاح کی طرف رہبری کرتا ہے اور طالبِ خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

مقامِ حسرت و افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا کچھ اثر نہ ہو۔ حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اُتارا جاتا اور اس میں کچھ سمجھ کا مادہ ہوتا تو وہ کبھی متکلّم کی عظمت کے سامنے پارہ پارہ ہو جاتا۔ قرآن کی بزرگی اور عظمتِ شان کا کیا کہنا جس نے آکر سب کتابوں کو منسوخ کر دیا اور اپنی اعجازی قوت اور لامحدود اسرار و معارف سے دنیا کو محوِ حیرت بنا دیا۔ یہ وہ کلام ہے کہ جنّات بھی اس کو سُن کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

بے شک ہم نے عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتلاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لائے۔ قرآن انقلابات عظیم لے کر آیا اور لوگوں کے فکر و خیال دل و دماغ اور عزائم و اعمال میں اس قدر اثر انداز ہوا کہ انسانیت کی کایا پلٹ گئی۔ غور و فکر اور مطالعہ و نظر کی دنیا یکسر بدل گئی۔ اس نے نہ صرف قوموں کے رُجحانات کو یکسر بدل ڈالا بلکہ افراد کی نفسیات تک تبدیل کر دیں۔ انہیں حرّیتِ فکر و نظر سے نوازا۔ اور انسانیت کے مقام کو اعلیٰ ترین کر دیا۔

مضامینِ قرآن

اس کتاب میں تہذیب، اخلاق، طریق تمدّن و معاشرت، اصول حکمت سیاست، ترفّعِ روحانیت تحصیل معرفتِ ربّانی، تزکیۂ نفوس تنویرِ قلوب غرضیکہ وصول الی اللہ اور تنظیم و رفاہیّتِ خلائق کے وہ تمام قواعد و سامان جو نظر آئیں گے جن سے آفرینش عالم کی غرض پوری ہوتی ہے اس کے بغیر مخلوق کا خالق صحیح تعلق قائم نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ایک مخلوق دوسری مخلوق کے حقوق کو پہچان سکتی ہے اس میں پہلے لوگوں کے احوال ہیں اور مابعد کی خبریں موجود ہیں۔ قرآنِ حکیم نہ صرف ایک مذہبی اور روحانی رہنمائی کی کتاب ہے بلکہ وہ انسان کی ہر معاشی، اقتصادی، معاشرتی، سیاسی اور بین الاقوامی ضرورت کے لیے مکمل قانون پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم ایک مرقع فطرت ہے جس میں انسان کے فطری داعیوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ قرآن کے قوانین میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس قوم یا جماعت کے پاس ایسا مکمل ضابطہ ہو وہ دنیا میں خاسر و ناکام ہے۔ قرآن احوالِ عالم کے جملہ اختلافات کو مٹاتا ہے۔ لہٰذا اسلامی دستور کا مطالبہ کرنا بہت اہم اور ضروری ہے خدا کرے کہ پاکستان میں اس کا نفاذ بہت جلد ہو۔

اس کتاب میں گمراہوں کے عقائدِ باطلہ کا ردّ فرمایا۔ جملہ مخلوقات کی پیدائش کا بیان۔ زمین و آسمان کی تخلیق اور رات دن کا اختلاف، عجائبات

فون نمبر ۶۷۵۴۵

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

منظور شدہ ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۹ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۹ء ۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۲۰۶۹۶-۹ DDA مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو ۴/۹.۴/۳۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

کو عذاب کی دھمکیاں علمِ تذکیر بالموت و مابعدہ عالمِ برزخ، قیامت وغیرہ علم الاحکام۔ اس میں عبادات، معاملات، توحید و رسالت مبداء و معاد کا بیان ہے۔

قرآن کریم میں ۲۵ پیغمبروں کا ذکر ہے اور مندرجہ ذیل اقوام کا مفصل ذکر ہے۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم ابراہیم، قوم لوط، قوم فرعون، قوم شعیب اور اصحاب ، قوم ، جنہیں خدا کی نافرمانی اور غیر اللہ کی عبادت کرنے پر مختلف انواع واقسام کے عذاب دیئے گئے۔

قرآن میں غیبی خبریں ہیں اس نے اُمم ماضیہ اور واقعاتِ گذشتہ کی صحیح صحیح خبریں دیں۔

تبلیغ قرآن

قرآن حکیم علمِ الٰہی کا خزانہ ہے آنحضرت نے فرمایا میری طرف قرآن اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعہ تمہیں اور ہر شخص کو ڈراؤں جسے یہ قرآن پہنچے لہٰذا نعمت قرآن حکیم کا شکریہ یہ ہے کہ اس کی تبلیغ عام کی جائے۔ چپہ چپہ زمین پر اس کا نور پھیلایا جائے۔ کسی شخص کے کان اس کی تصدیق سے خالی نہ ہے جن علماء کرام کے سینے علمِ الٰہی کے نور سے معمور ہیں وہ اپنی زندگی کے اوقات عزیزہ کی خالصاً لوجہ اللہ تبلیغ و اشاعتِ قرآن کے لیے وقف کر دیں اور جو لوگ صاحب دولت و ثروت ہیں اُن کا فرض ہے کہ ایسے علماء کی مالی خدمت کریں ان کو ضروریاتِ زندگی سے بے نیاز کر دیں۔

فضائل قرآن

قرآن بڑی برکت والی کتاب ہے۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو خاموشی سے سننا چاہیے۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ قرآن کا ایک ایک حرف پڑھنے والوں کو دس دس نیکیاں دلاتا ہے۔ قرآن ترتیل سے پڑھنا چاہیے اور تلاوت کرتے وقت اس کی آیات میں تدبر و تفکر کرنا چاہیے قرآن سے تمسک کرنا چاہیے۔ یعنی اس کے احکام پر مضبوطی سے عمل کرنا چاہیے حافظِ قرآن کے والد کو قیامت کے دن ایک عالی شان تاج پہنایا جائے گا جس شخص کے سینہ میں قرآن کا کوئی حصہ موجود نہ ہوگا وہ ایک ویران گھر کی مانند ہوگا قرآن جس قدر مشکل ہے اسی قدر آسان بھی ہے۔ جتنا طویل و عریض ہے اتنا ہی مختصر بھی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد خلافت میں حضرت عمر رضؓ کے ایماء پر قرآن قدرت سے توحید پر استدلال

خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی خوبیاں اور ان پر انعام الٰہی اور نافرمان و سرکشوں ایک جلد میں جمع کیا گیا جبکہ بہت سے حفاظ اور قراء شہید کر دیئے گئے۔

مسلمانو! قرآن سیکھو اور سکھاؤ اور اس پر عمل کرو دین و دنیا میں سرخرو ہو جاؤ گے۔

اے اللہ اے رحمٰن ہم تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے دعا مانگتے ہیں کہ تو ہماری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کر دے۔ ہماری زبانوں کو اس پر جاری کر دے اور اس کی برکت سے ہمارے دلوں کی تنگی کو دور کر دے اور ہمارے سینوں کو کھول دے اور ہمارے جسموں کو گناہوں کے میل سے دھو دے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دعاء مغفرت

شکارپور کے مخلص و دیندار مسلمان جناب تراب علی صاحب گزشتہ دنوں مکان گرنے سے دب کر شہید ہو گئے۔ مرحوم بیس سال تک خدام الدین کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور بڑی محنت و خلوص سے پرچہ گھر گھر پہنچایا اور ادارہ کو اپنی جیب سے بل ادا کر کے بھی نقصان سے بچایا۔

ہم ایسے مخلص رفیق کی ناگہانی موت پر دست بدعا ہیں کہ خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(ادارہ)